پیشگوئی مصلح موعود

"خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عز اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنمانوایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳)

حضرت مصلح موعود کی حیات کے بعض پہلوؤں پر 14 مضامین
اس شمارہ میں آپ پڑھیں گے

فروری 91ء

خلیج کا تنازعہ .... اور ....

1۔ مشرق اوسط میں فساد کی اصل جڑ اسرائیل کا وجود ہے۔

2۔ مغرب کا رد عمل خطرات کو بڑھانے والا رد عمل تھا۔

3۔ مغرب کا رد عمل یہ ہے کہ عرب دنیا کو پارہ پارہ کردو اور آئندہ کے لئے اسکے اٹھنے کے امکانات ختم کردو۔

4۔ مغرب کا سلوک خصوصاً عرب مسلمانوں سے ایک طرف سفاکانہ اور ظالمانہ رہا اور دوسری طرف کئی ممالک سے مفاد کی خاطر دوستیاں کیں اور تیل کی دولت اپنے بینکوں میں رکھوائی اور اپنی سرمایہ کاری کو تقویت دی اور جب چاہا دولت کے ان خزانوں کو سربمہر کردیا۔ جیسے آج کل عراق اور کویت کا خزانہ۔

5۔ سب سے بڑی غلطی عرب دنیا نے یہ کی کہ سیاسی محرکات اور دنیاوی معاملات کو ان کے مواضع تک رکھنے کی بجائے ان کو مذہب میں تبدیل کردیا گیا اور جو نفرت پیدا کی گئی اسلام کے نام پر کی گئی۔

6۔ اس وقت جو مشرق وسطیٰ میں ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اس کا تمام تر نقصان اسلام اور اہل اسلام کو پہنچے گا۔

7۔ اس جنگ کی جو بھی قیمت چکانی پڑے گی وہ تمام تر مسلمان ممالک چکائیں گے۔

8۔ یہ ریاستیں جو اس جنگ کو برداشت کرنے والی ہیں ان کو میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ پھر ماضی کی طرف لوٹ کر نہیں جا سکیں گی۔

9۔ بدحال سے بدتر حال تک پہنچتے چلے جائیں گے اور کبھی پھر امن اس علاقے کا منہ دوبارہ نہیں دیکھے گا۔

10۔ عراق کو بھی ہم نے بہت سمجھانے کی کوشش کی آپ خدا کی خاطر اور ناانصافی کے قدم کو پیچھے کرلیں۔

11۔ عراق کے خلاف فوجی کارروائی کے نتیجے میں اس علاقے سے امن ہمیشہ کے لئے اٹھ جائے گا۔

12۔ دنیا بھر کے مسائل عصبیت ناانصافی اور خود غرضی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔

13۔ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے جو بنی نوع انسان کو امن عطا کر سکتی ہے۔ صرف ایک جماعت ہے........ جس کے متعلق خدا نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ عالم اسلام کو بچایا گیا تو اس جماعت کی دعاؤں سے بچایا جائے گا۔ بڑی سنجیدگی اور درد کے ساتھ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عالم اسلام سے خطرات ٹال دے۔

14۔ ہمارا کام ہے نصیحت بھی کریں سمجھانے کی بھی کوشش کریں خود کوئی ہماری سنے یا نہ سنے۔ آپ کی دعاؤں کے دو رخ ہونے چاہئیں ایک یہ کہ اللہ اہل اسلام میں ہوشمند لیڈر شپ بیدار فرمائے اور اہل اسلام کی قیادت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے ان کو عقل دے ان کو تقویٰ کا نور عطا کرے اور حالات کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ اور دوسری طرف جو ظالم باہر کی دنیا سے اسلام پر حملہ آور ہونے والے ہیں یا ہو رہے ہیں یا اندرونی طور پر مسلمانوں کے اندر سے ان سے دشمنی کرنے والے اسلام کے بھیس میں ان سے دشمنی کر رہے ہیں ان سب کا رخ پھیر دے اور انکی تمام کوششوں کو نامراد اور ناکام فرمادے۔

(انتخاب از خطبات جمعہ فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ لندن)

فہرست مضامین

وہ جو ماہ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
تم یقیں سمجھو کہ وہ اک زجر سمجھانے کو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

جلد 38 — شمارہ 4 — قیمت 6 روپے — سالانہ 30 روپے

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

الامان ---- الحفیظ

مشرق و مغرب کے اختلافات کی خلیج پاٹنے کی بجائے اور وسیع سے وسیع تر ہو گئی اور بالاخر "خلیج" میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے جو نا معلوم کب ٹھنڈے ہونگے۔ خدا نہ کرے کہ جنگ کے یہ بادل تیسری عالمگیر جنگ کا پیش خیمہ ہوں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ٹیکنالوجی کے اس دور میں تباہی کے جتنے جدید سامان اور آلات حرب آج مشرق وسطی میں جمع کئے گئے ہیں اس سے پہلے کبھی اور کہیں بھی جمع نہیں ہوئے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ جتنی طاقت جنگ پر صرف کی جارہی ہے امن کی سفارتی کوششوں پر اتنا زور اور قوت صرف نہیں کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان بالعموم یہودی اور عیسائی دنیا کو بالخصوص جگ ہنسائی کا موقع مہیا کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس نتیجہ میں صیہونی طاقتیں ہمیشہ کیلئے ناقابل تسخیر قوت بن جائیں گی۔ ایک مسلمان ملک سے آگ کے گولے اٹھتے ہیں جو دوسرے مسلمان ملک کی آبادی پر ایک قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ اس غم اور دکھ کے ساتھ ساتھ اس سے لاکھوں اور کروڑوں گنا ایک غم اور بھی ہے ایک دکھ اور بھی ہے جو ہمارے دلوں کو بے چین کر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک سرزمین وہ ہے جس میں حرم بیت اللہ ہے جسے حرم بنا کر امن کا نشان اور گہوارہ بنایا گیا تھا اور ہاں جہاں مدینہ کی بستی بھی ہے جس میں ہمارے پیارے رسولؐ کا روضہ اور گنبد خضرا بھی ہے۔ جس کے خلاف یہودی سازشیں آج سے نہیں نور الدین زنگی کے زمانے سے شروع ہیں۔ پھر آج مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے ایک رسولؐ کا نام لینے والے آپس میں بھائی بھائی کہلانے والے اسلام کا پیغام امن و محبت کیوں بھول گئے؟ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کیوں بن گئے؟ اور اپنے گھر کو خود ہی جلانے پر کیوں آمادہ ہو گئے؟ کاش! آج اسلامی ممالک اس نمونہ سے ہی سبق لیتے کہ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں جب امیر معاویہؓ سے آپ کی جنگ جاری تھی بعض طاقتوں نے اسلامی حکومت پر حملے کا ارادہ کیا تو حضرت معاویہؓ نے اسے متنبہ کیا تھا کہ ہوشمندی سے کام لینا اور یاد رکھنا کہ اگر حضرت علیؓ پر حملہ ہوا تو خدا کی قسم ان کی طرف سے سب سے پہلے حملہ کا جواب معاویہؓ دے گا۔ ہمارے باہمی اختلافات اور بات ہے لیکن کفر کے مقابل پر ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ خدا کرے آج سب عالم اسلام اتحاد کی لڑی میں پرویا جائے اور صیہونیوں کا آلہ

بقیہ 4

اداریہ

پیشگوئی- ایک پیغام

آج سے ایک سو پانچ برس قبل "دین حق" کی عظمت کے اظہار کے لئے حضرت مسیح موعود نے خدا سے خبر پا کر ایک پیشگوئی کی جو کہ "پیشگوئی مصلح موعود" کے نام سے جماعت میں معروف ہے۔ یہ پیشگوئی ہستی باری تعالیٰ کی دلیل بھی تھی اور یہ پیشگوئی جماعت کے لئے ایک خوش خبری بھی تھی۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو یہ پیشگوئی کی گئی۔ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو یہ پیشگوئی مصلح موعود کی پیدائش کے ساتھ پوری ہوئی اور ۷ جنوری ۱۹۴۴ء کی مصلح موعود ہونے کی خوشخبری جماعت کو آپ نے خدا سے خبر پا کر سنائی۔

یہ پیشگوئی ہمارے لئے خوشخبری تو ہے لیکن ہمارے لئے ایک پیغام بھی ہے۔ وہ پیغام کیا ہے؟۔

اگر آج ہم اس پیغام کو نہیں سمجھیں گے تو ہم اس پیشگوئی کے حقیقی قدر دان نہیں ہوں گے۔

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۳ فروری ۱۹۸۶ء کو اس پیشگوئی پر سو سال مکمل ہونے پر منعقد کئے جانے والے جلسے میں جو خطاب فرمایا تھا اس میں آپ نے اس پیغام کی طرف احباب کو توجہ دلائی تھی۔ میں آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے مبارک الفاظ کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا

"امر واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس پیشگوئی میں بیان فرمایا گیا ہے کثرت کے ساتھ دنیا روحانی نشانات کی محتاج ہے اور حضرت مصلح موعود کو خدا نے اس پیشگوئی کی تعبیر میں جو مزید باتیں سمجھائیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا جب بھی شرک اور دنیا پرستی میں ڈوبے گی دنیا خدا سے یہ تقاضا کرے گی کہ ہمیں اور مصلح موعود عطا فرما، پس اس پہلو سے ساری دنیا کی اصلاح کے لئے ہر احمدی کو مصلح بننے کی تمنا رکھنی چاہیئے"۔

"آج دنیا کا کونہ کونہ مصلح موعود کا تقاضا کر رہا ہے۔ اور ہمارا رب کی یہ دنیا ہے۔ اس میں اگر تمام احمدی بھی مصلح موعود کی صفات سے مرصع ہوں تب بھی ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس دنیا کی ضرورت کے لحاظ سے بہت زیادہ مصلح موعود اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اصلاح کی بھی کوئی حد نہیں ہوا کرتی"۔

"اس دنیا کی اصلاح کے لئے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعود کی صفات سے آراستہ ہوں جو ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کو خدا نے یہ مضمون ایک رویا کے ذریعے سمجھایا جب آپ کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا دکھایا گیا تو اکیلے دوڑتا ہوا نہیں دکھایا گیا بلکہ بتایا گیا کہ ایک جماعت تیرے پیچھے اسی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی ہے مگر وہ جماعت پیچھے رہتی چلی جا رہی ہے اور فاصلے دونوں کے درمیان بڑھتے چلے جا رہے ہیں یہاں تک کہ مصلح موعود ایسی تیز رفتاری کے ساتھ اس موعود مقام تک پہنچتے ہیں کہ وہ ساتھی جو پیچھے بھاگ رہے تھے وہ بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اس پیشگوئی میں جہاں مصلح موعود کے لئے خوشخبری بھی تھی وہاں ایک انذار کا پہلو بھی ہے اور جہاں انذار کا پہلو بھی ہے وہاں توجہ اور امید کا پہلو بھی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جماعتی دوڑ تو ہمیشہ جاری رہے گی۔ تم مصلح موعود کے تصور کے پیچھے ہمیشہ دوڑتے رہو

اور اپنی رفتار کو تیز تر کرو اور فیصلہ کرو اور خدا سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہاری رفتار کو اتنا تیز کر دے کہ تم بھی اس مقام کو پالو جس کی طرف مصلح موعود آگے بڑھ گئے ہیں۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ آج لکھو کھہا مصلح موعود کی ضرورت ہے تو میں فرضی یا جذباتی باتیں نہیں کہہ رہا الہامات اور رویا پر مبنی حقائق منکشف کر رہا ہوں۔ آپ میں سے ہر ایک کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان صفات کی طرف آگے بڑھنا ہے جن صفات کا ذکر پیشگوئی مصلح موعود میں موجود ہے"۔

"پس جب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ مصلح موعود بنیں اور آپ کے بڑے بھی مصلح موعود بنیں اور چھوٹے بھی مصلح موعود بنیں۔ آپ کے مرد بھی مصلح موعود بنیں اور آپ کی عورتیں بھی مصلح موعود بنیں تو میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ بلند مراتب کی تمنا کریں بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان صفات کی اپنے رب سے بھیک مانگیں جو صفات آج کے زمانہ کے انسان کے احیاء نو کے لئے ضروری ہیں...... ان صفات کے حصول کے بغیر آج دنیا کی اصلاح ممکن نہیں۔ آج ممکن نہیں ہے کہ (دین حق) دنیا پر غالب آجائے اور (احمدیت) کا حسن دنیا پر غالب آجائے۔ جب تک اپنی ذات میں (دین حق) کو غالب نہ کرلیں اور اپنی ذات میں (دین حق) کے حسن کے جلوے نہ دکھائیں۔

اس پہلو سے آپ مصلح موعود بننے کی کوشش کریں اور پھر جتنی جتنی خدا تعالیٰ توفیق عطا فرماتا چلا جائے اتنا زیادہ خدا کے حضور جھکتے چلے جائیں"۔

بقیہ از 2

کار بننے والا نہ ہو اور دنیا میں امن اور انصاف کے جھنڈے بلند کرنے والا ہو جو اسلامی ممالک کا اصل طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آئیے ہم خدا کے حضور دعا کریں۔ اس سے التجا کریں کے اے خدا

کر حفاظت عالم اسلام کی

یا حفیظ یا عزیز یا رفیق

فاسقوں اور ظالموں پر وہ گھڑی دشوار ہے
جس سے قیمہ بن کے پھر قیمہ کا دیکھیں گے بگھار

وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار

ایک دم میں غم کدے ہو جائیں گے عشرت کدے
شادیاں جو کرتے تھے پیٹیں گے ہوکر سوگوار

ایک ہی گردش سے گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر
کس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار

کب یہ ہوگا یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
دی خبر مجھ کو کہ وہ دن ہوں گے ایام بہار

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

چند باتیں... چند یادیں

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک مطبوعہ مضمون جو تبرکاً شامل اشاعت ہے۔

میرے پیارے میرے محبوب چاہنے والے بھائی کا سب سے بڑا احسان

انہوں نے تمام عمر مجھ سے محبت کی بلکہ جہاں تک مجھ پر اثر ہے اور شہادتیں بھی ہیں کہ سب بہن بھائیوں سے بڑھ کر اپنے پیارے مجھے شرف بخشا۔ ایک ان کا احسان جس کی بابت جب میں سوچتی ہوں تو دل آج تک شکر گزاری کے جذبات سے بھر جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت مسیح موعود...... کا وصال ہوا تو اس وقت باوجود اس کے کہ سب دوسرے لوگ بھی موجود تھے میں دروازہ کھول کر اندر کی جانب کھڑی ہو گئی۔ آنکھ سے آنسو نہ نکلتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اندھیر ہو گئی ہے اور زمین قدموں تلے سے نکلی جارہی ہے۔ اس وقت وہ خود رو رہے تھے اور دعائیں کر رہے تھے پلٹ کر مجھے دیکھا اور میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر قریب لے گئے۔ روتے روتے میرا سر جھکایا اور کہا کہ لو پیشانی پر بوسہ دو۔ اگر ان کا سہارا نہ ہوتا اور اگر وہ میرا خیال نہ کرتے تو شائد میں جھجھکتی رہ جاتی اور عمر بھر پچھتاتی۔ وہی تھے جنہوں نے اس مقدس و مبارک پیشانی پر بوسہ دینے کی سعادت مجھے بخشی۔ آج وہ مبارک لب خاموش تھے جن کا اپنی پیشانی پر بوسہ دینا مجھے یاد تھا۔ آج اسی بھائی کے طفیل میں ان کی پیشانی پر بوسہ دے رہی تھی۔ وہ وقت عمر بھر نہیں بھول سکتا۔

بچپن سے انہوں نے مجھ سے خاص محبت کی۔ ہمیشہ میرا خیال رکھا۔ کئی آڑے وقتوں میں میری مدد کی۔ یہ تو تمام عمر کے آخر تک محبت کے مظاہرے ہیں جن کو میں ہر وقت یاد رکھتی ہوں۔ بچپن میں تو غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ کبھی بڑے بھائی بہنوں کو گھرک جھڑک بھی لیتے ہوں گے مگر یہاں تو محض پیار اور ناز برداری ہی تھی۔ ایک دفعہ بھی کبھی ٹیڑھی نظر سے نہ دیکھا۔ میرا بھی یہ حال تھا کہ ہر بات پر شکایت یا "ابا" سے یا "بڑے بھائی" سے۔

ایک دفعہ پیر منظور محمد صاحب میرے استاد مرزا افضل بیگ صاحب سے گراموفون مانگ لائے اور ریکارڈ چلانے لگے۔ میں چھوٹی تھی اور وہ عجیب سے اشعار میرے لئے نئی چیز تھے۔ میں نے کہا پیر جی میری کاپی پر یہ شعر لکھ دو۔ انہوں نے بے خیالی میں لکھ دیا۔ ایک مصرعہ یاد ہے۔

ستم سے باز آ ظالم قیامت آنے والی ہے

میں فوراً بھاگی اور آکر "بڑے بھائی" کو دکھایا کہ یہ پیر جی سے لکھوا کر لائی ہوں۔ میرے ہاتھ سے کاپی لی اور وہیں کھڑے کھڑے کاپی پر لکھ دیا

اگر لایا کئے ایسی گھروں کو کاپیاں بچے
تو حضرت آپ کی اک روز شامت آنیوالی ہے

اور کہا کہ اب جا کر پیر جی کو دکھادو۔ ان دنوں وہ گول کمرے میں ہمارے ہاں ہی رہتے تھے۔ میں نے جا کر دکھا دیا۔ پیر جی نے کہا توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی اور چاک کرنے لگے۔ میں نے کہا ان کو۔ اپنے شعر پھاڑ دو پر بڑے بھائی کا شعر میں نہیں پھاڑنے دوں گی۔ اس واقعہ کا بھی ہم آپس میں اکثر ذکر کرتے اور ہنسی ہوتی۔ اپنے اشعار ضرور پہلے مجھے سناتے۔ دو تین بار مصرعہ میں نے لگا دیا اس کو پسند کیا اور شامل کر لیا۔ شادی کے بعد جب میں آتی۔ میری آواز سن کر یا معلوم کر کے کہ میں آئی ہوں فوراً تشریف لے آتے۔ خوشبو پسند تھی خود بھی وقت فرصت تیار کرتے۔ مجھے ضرور لگاتے اور پسند کرواتے جو بات نئی میری غیر حاضری میں ہوتی مجھے ضرور سناتے۔

ایک بار جب پہلا مجموعہ "کلام محمود" کا شائع ہوا مجھ سے پوچھا

ٹھیک ٹھیک بتاؤ تم کو میرا کون سا شعر سب سے زیادہ پسند ہے۔ میں نے کہا

حقیقی عشق گر ہوتا جو سچی جستجو ہوتی
تلاش یار ہر ہر دہ میں ہوتی کو بہ کو ہوتی

فرمایا تم نے اچھا انتخاب کیا ہے۔

میں بہت چھوٹی تھی۔ آپ باہر ڈھاب (جوہڑ) میں کشتی چلانے گئے ہوئے تھے۔ دو لڑکے آئے اور کہا کہ میاں ٹب مانگ رہے ہیں۔ ٹب دے دیا گیا اور میں نے اس وقت اپنی زندگی کا پہلا شعر کہا۔ جب آئے تو خوشی سے لپٹ کر کہا بڑے بھائی میں نے تمہارے لئے شعر بنایا ہے (اس وقت ہم اس عمر میں شعر کہتے نہیں تھے بلکہ بناتے تھے)۔ فرمایا بتاؤ بتاؤ کیا۔ میں نے بڑے فخر سے سنایا کہ

ٹب لینا تھا ٹب لے گئے
کشتی چلانا تھی کشتی چلا گئے

اس کو بھی یاد کر کے اب تک ہنسا کرتے تھے۔ آج وہ کشتی کا ناخدا کشتی چلا کر رخصت ہو گیا۔ خدا تعالیٰ ہمارے تمام بیڑے پار لگائے اور یہ کشتیاں تمام دنیا میں دولت ایمان تقسیم کرتی پھریں۔ آمین

حضرت مسیح موعود...... کو بھی علم تھا کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے بہت مانوس اور بے تکلف ہیں۔ آپ اب بڑے ہو چکے تھے اور حضرت مسیح موعود...... سے بچپن کی بے تکلفی سے کچھ طلب نہ کرتے تھے۔ ویسے بھی سوال کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ مگر وہاں تو ادب کا بھی حجاب تھا چند بار مجھے ہی حضرت مسیح موعود...... نے کہا کہ

"محمود کچھ خاموش اور اداس ہے تم کو بتائے گا۔ تم بھائی سے پوچھو کس چیز کی ضرورت ہے"۔

دو تین بار کا تو مجھے ٹھیک یاد ہے۔ ایک دفعہ تو میرے پوچھنے پر کہا تھا کہنا بخاری منگا دیں"۔ پھر کئی جلدوں میں سرخ جلدیں تھیں۔ بہت سے پارے بخاری شریف کے آئے تھے۔

سیدہ "مہر آپا" کا ایک احسان ان کی بے خبری میں ہی مجھ پر ہو گیا جو میرے دل پر نقش ہے اس کا ذکر بھی کر دوں۔ چار پانچ روز قبل یہ حالت تھی کہ آپ کے لبوں سے کان لگا کر میں پوچھتی کہ کیسی طبیعت ہے اور بمشکل ہلکی سی آواز ہونٹوں سے نکلتی "اچھا ہوں"۔ اس آخری مہینہ میں "اب اچھا ہوں" ہی کہتے تھے۔ ورنہ مجھے ہمیشہ کہتے بیمار ہوں دعا کرو۔ بڑی تکلیف ہے قادیان یاد آتا ہے وغیرہ مگر اب صرف یہی کلمہ "اچھا ہوں" کہتے تھے۔ اچھا ہونے کا وقت جو آ چکا تھا۔ خیر تو میں اب آواز کو ترس گئی تھی دل چاہتا تھا کہ پھر ایک بار میرا نام لے کر پکاریں۔ پھر ایک بار وہ شعر پڑھ دیں کہ ایک دن جب میری دونوں بھاوجیں کھانا کھلانے کی کوشش کر رہی تھیں (اب حالت یہ تھی کہ ایک چمچہ بھی خوشی سے منہ کھول کر نہ لیتے تھے۔ غذا قریباً بند تھی)۔ منتیں کر کے منہ میں ایک چمچہ دیتی تھیں کہ ایک لے لیں، ایک اور لے لیں۔ اس وقت مہر آپا کھلا رہی تھیں۔ میں بھی ساتھ تھی۔ میں بھی کہہ رہی تھی ایک چمچہ تو لے لیں کہ مہر آپا نے کہا دیکھیں تو آپ کی بہن کہہ رہی ہیں اب تو کھا لیں۔ بھلا کس کے پیارے بھائی ہیں آپ؟ فوراً کافی بلند صاف آواز سے کہا "مبارکہ کا" میرا دل شاد شاد ہو گیا۔ میری جان اس محبت بھری آواز پر قربان۔ اب کہاں سے سنوں گی۔ خدا مہر آپا پر سارے فضل فرمائے۔ اگر وہ نہ کہتیں تو میرا دل پھر کتارہ جاتا۔

اللہ تعالیٰ میرے پیارے بھائی کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے اور ہم سب بہن بھائیوں کو ہماری اولادوں ہمارے جوڑوں سمیت ہمارے آقا کے قدموں میں مسیح موعود...... اور اماں جان کے ساتھ دارالسلام میں اپنی آغوش رحمت میں بے حساب بخش کر یکجا کر دے آمین۔ دل ان کی فرقت میں اب دن بدن زیادہ ہی زیادہ بے چین ہے۔ مگر اب وہ یہاں تو مل نہیں سکتے۔

"جنت کے مسافر سے ہمیں جا کے ملیں گے"

(از روزنامہ الفضل۔ فضل عمر نمبر ۱۹۶۶ء)

نور آتا ہے نور
قدیم نوشتوں میں مصلح موعود کا ذکر

تحریر سید مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
آج سے ایک سو پانچ سال قبل خدا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ایک ایسے وجود کی خبر دی تھی جو کہ دین حق پر چھا جانے والی تاریکیوں کو دور کرنے والا تھا اور وہ ایسا شخص تھا کہ خدا نے اس کے متعلق خود فرمایا کہ "نور آتا ہے نور"۔ خدا کا یہ نور ایسا تھا کہ مدتوں سے اس کا انتظار کیا جارہا تھا۔ ہزاروں سال سے اس عظیم الشان موعود کی خبر دی جارہی تھی۔ قومیں اس کا انتظار کرتی رہیں۔ یہ انتظار اور یہ پیشگوئیاں ہی آنے والے کی عظمت کا ایک اقرار ہے۔

۱۔ یہود کی کتاب طالمود میں ذکر

سلطنت اسکے بیٹے کو ملیگی

طالمود یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب ہے۔ اس میں اس عظیم الشان وجود کا کچھ اس طرح ذکر ہے کہ
"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پائیگا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی" (طالمود۔ مرتبہ جوزف برکلے باب پنجم مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء)

۲۔ انجیل کی پیشگوئی

آسمانی بادشاہت کا دولہا

بائبل کی یہ پیشگوئی جس میں مصلح موعود کی خبر دی گئی وہ انجیل میں متی باب ۲۵ میں مذکور ہے جس میں آنے والے کو دولہا قرار دیا گیا ہے۔ جس کا انتظار کیا جائے گا۔ چنانچہ باب ۲۵ آیت ۱ تا ۱۳ میں اس طرح ذکر ملتا ہے
"اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں۔ ان میں پانچ بیوقوف اور پانچ عقلمند تھیں۔ جو بیوقوف تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپیوں میں تیل بھی لے لیا۔ اور جب دولہا نے دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دولہا آگیا! اس کے استقبال کو نکلو۔ اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں اور بیوقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو دے دو۔ کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تمہارے دونوں کے لئے کافی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جاکر اپنے واسطے مول لے لو۔ جب یہ مول لینے جارہی تھیں تو دولہا آن پہنچا اور جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چلی گئیں اور دروازہ بند ہوگیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند! اے خداوند! ہمارے لئے دروازہ کھول دے۔ اس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو نہیں جانتا"۔

یہ وہ پیشگوئی تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آج سے دو ہزار سال قبل کی تھی اور خدا کی قدرت کہ ۱۹۴۴ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.....نے وہ مبارک رؤیا دیکھا جس میں آپ پر یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ آپ ہی وہ موعود مصلح ہیں جس کا ذکر قدیم صحیفوں اور احادیث میں ملتا ہے اور جس کا

وعدہ خدا نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو دیا تھا۔ تو اس رؤیا میں حضور خود اس انجیلی پیشگوئی کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیتے ہیں۔ حضور اپنی رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ

"پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں"۔ (الموعود۔ صفحہ ۶۴)

حضور اپنی اس رؤیا کے بارے میں ایک اور تقریر میں فرماتے ہیں کہ

"میں آج اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضہ و تصرف میں میری جان ہے کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے......... اور میں نے اس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی ہیں"۔ الفضل مصلح موعود نمبر مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۵۶ء)

۳۔ تین ہزار برس پرانی پیشگوئی

بائبل کی پیشگوئی کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اس عظیم مصلح کا ذکر اس سے بھی پرانا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے ایک ہزار برس قبل ایک اور مامور زمانہ حضرت زرتشت گزرے ہیں (یہ نبی ایران میں مبعوث ہوئے تھے)۔ اس بزرگ نبی نے بڑے واضح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک فارسی النسل نبی کے ظہور کی خبر کے ساتھ اس کی اولاد میں خلافت و پیشوائی کا ذکر بھی کیا ہے۔ خدائی الہام سے خبر پاکر پیشگوئی کرنے والا کچھ اس طرح ذکر کرتا ہے جس کو زرتشتی احباب نے فارسی میں ڈھالا ہے۔

"چوں چفیں کارہا کنند از تازیاں مردے پیدا شود۔ کہ از پیرووان اودیہیم و تخت و کشور و آئین ہمہ بر اوفتند و شوند سر کشان زید دستاں بینند۔ بجائے پیکر گاہ و آتشکدہ خانہ آبادے پیکر شدہ نماز بروں۔۔۔۔ و باز ستانند جائے آتشکدہ ہائے مدائن و گرد پائے آں و توس و بلخ و جاہائے بزرگ۔ و آئین گر ایشاں مردے باشد سخنور و سخن اودر ہم پیچیدہ، چوں ہزار سال تازی آئین راگذر و چناں شود آں آئین از جدائی ہاکہ اگر بائین گر نمائیند نداندش۔۔۔۔۔ درافتد درہم و کنند خاک پرستی و روز بروز جدائی و دشمنی دز آنہا افزوں شود۔۔۔۔ پس شمایا بید خوبی راگر۔ مانند یکدم از ہمیں خرج انگیزم از کساں تود کسے و آئین و آب تویہ تورسانم و پیغمبری و پیشوائی از فرزنداں تو برنگیرم"۔

ترجمہ: "جب ایرانی ایسے کام کریں گے تو عربوں میں ایک مرد پیدا ہوگا جس کے ماننے والوں کے ہاتھوں سے ایران کا تخت و تاج، سلطنت اور قانون سب درہم برہم ہوجائے گا اور سرکش مغلوب ہوجائیں گے اور وہ بتکدہ یا آتش کدہ کے بجائے خانہ آباد کو بتوں سے پاک کرکے اس کی طرف نماز پڑھیں گے اور اس کو اپنا قبلہ بنائیں گے

اور وہ (نبی عربی کے پیرو) آتشکدوں کی جگہوں پر اور مدائن اور اس کے نواحی علاقے، اور توس و بلخ اور ان کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلیں گے۔ اور وہ شارع بہت سخنور ہوگا اور اس کا کلام پیچیدہ

پھر شریعت عربی پر ہزار سال گزر جائیں گے تو تفرقوں سے دین ایسا ہوجائے گا کہ اگر اسے خود شارع کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی اسے پہچان نہ سکے گا......... اور ان کے اندر انشقاق اور اختلاف پیدا ہوجائے گا اور وہ روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے......... جب ایسا ہوگا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو تیرے لوگوں میں سے (فارسی الاصل) ایک شخص کو کھڑا کروں گا جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا۔ میں پیغمبری و پیشوائی (نبوت و خلافت) تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا"۔

پیشگوئی مندرجہ بالا کے آخری فقرہ کہ "پیغمبری و پیشوائی فرزنداں تو برنگیرم" میں یہ اشارہ ہے کہ آخری زمانے کا موعود

جب آئے گا تو اس کی اولاد اس کی جانشین ہوگی۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود........ فرماتے ہیں:

"دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و خلفاء ہے تا ان کی اقتدا و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعے سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں"۔ (سبز اشتہار صفحہ ۱۹)

۴۔ احادیث میں ذکر

یہاں ان تمام پیشگوئیوں سے زیادہ اہم وہ پیشگوئیاں ہیں جو "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" کے مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہیں۔ احادیث کی مستند ترین اور معتبر کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت بھی تھی وآخرین منھم لما یلحقوابھم۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! یہ آخرین کون ہوں گے۔ حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ پوچھنے کے بعد کہتے ہیں، (ابوھریرہ) کہ ہم میں سلمان فارسی بھی موجود تھے حضورؐ نے سلمانؓ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے تو ان میں سے ایک شخص یا چند اشخاص اسے پالیں گے"۔ (بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ جمعہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مترشح ہوتا ہے کہ دین حق کی اشاعت کے لئے اور اس مشن کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود...... اور اس کے خاندان اور اولاد میں سے اور وجود بھی کھڑا کرے گا جو اس کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود....... جو اس پیشگوئی کے اول مصداق تھے ان کے اس عظیم فرزند کو الہام ہوا کہ "انا المسیح الموعود مثیلہ و خلیفتہ" کہ میں اس کا مثیل اور خلیفہ ہوں۔

۵۔ یتزوّج و یولد لہ

بخاری کی اس حدیث کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد کرتا ہے جس میں آنے والے مسیح کا ذکر حضور اس طرح فرماتے ہیں کہ

ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض یتزوّج و یولد لہ (مشکوۃ۔ صفحہ ۴۸۰ باب نزول عیسیٰ)

یعنی حضرت عیسیٰ دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اولاد دی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی یہ بات کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ شادی تو سارے لوگ ہی کرتے ہیں اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ذکر کیا ہے تو یہ صرف ذکر ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی پیشگوئی تھی کہ وہ آنے والا مسیح موعود ایسا ہوگا کہ اس کی نسل میں سے بھی عظیم وجود پیدا ہوں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود........ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج و یولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یاباہ و یکون من عباد اللہ المکرمین"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا"۔

ایک اور مقام پر اسی پیشگوئی پر بحث فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین ... کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے"۔ (حقیقۃ الوحی

صفحہ ۳۱۲)

۶۔ سید عبدالقادر جیلانی کا ایک کشف

آخری زمانے میں آنے والے مامور اور اس کے مثیل اور فرزند کی خبر جس طرح خدا نے انبیاء کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی اسی طرح امت مسلمہ کے مجددین اور صاحب کشف و الہامات بزرگوں نے بھی اس عظیم فرزند کی خبر خدا سے پا کر دنیا کو بتایا کہ دیکھو وہ دولہا آیا ہی چاہتا ہے جس کا "انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی ہیں"۔ چنانچہ حدیقہ محمودیہ ترجمہ روضہ قیومیہ صفحہ ۳۲ پر حضرت عبدالقادر جیلانی کا ایک کشف درج ہے۔

"ایک دن حضرت سید عبدالقادر جیلانی کسی جنگل میں مراقبہ فرمائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ناگہاں آسمان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا جس سے تمام عالم نورانی ہوگیا۔ یہ نور ساعتہً فساعتہً بڑھتا گیا اور روشن ہوتا گیا۔ اس سے امت مرحومہ کے اولین و آخرین اولیاء نے روشنی حاصل کی۔ حضرت نے تامل فرمایا کہ اس مثال میں کسی صاحب کمال کا وجود با جود مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ القاء ہوا کہ اس نور کا صاحب تمام امت کے اولیاء اولین و آخرین سے افضل تر ہے۔ پانسو سال بعد ظہور فرما ہو کر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید کرے گا جو اس کی صحبت سے فیضیاب ہوگا وہ سعادت مند ہوگا۔ اس کے فرزند اور خلیفہ بارگاہ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہیں"۔

۷۔ شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی

اسی طرح امت محمدیہ کے ایک اور بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی (آپ کا زمانہ ۵۶۰ھ ہے) نے خدا سے خبر پا کر آنے والے مامور مسیح موعود کا بڑے واضح انداز میں ذکر فرمایا ہے اور نہ صرف یہ کہ آنے والے کا زمانہ بتایا بلکہ اس زمانے کی علامات کے ساتھ ساتھ آنے والے کا نام بھی بتا دیا چنانچہ آپ اس مامور کے زمانہ کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

غین رے سال چوں گزشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

(اربعین فی احوال المھدیین بحوالہ تاریخ احمدیت)

یعنی بارہ سو سال کے گزرتے ہی عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں یعنی تیرھویں صدی کے آغاز میں ہی ایک انقلاب آئے گا اور پھر طویل نظم میں اس زمانے کی علامات کا ذکر کرکے کہ کس طرح تقویٰ اٹھ جائے گا اور دنیا ظلم و ستم سے بھر جائے گی اور پھر وہ مامور اس دنیا میں تشریف لائے گا۔ فرمایا

ا ح م د مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم

یعنی اس آنے والے کا نام احمد ہوگا۔

پھر فرمایا

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

اس شعر میں آنے والے مصلح موعود کا ذکر ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نشان آسمانی صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں:

"یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اسی کے نمونہ پر ہوگا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کی یادگار ہوگا۔ یہ درحقیقت اس عاجز کی پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے"۔

۸۔ امام یحییٰ بن عقب کی پیشگوئی

پانچویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ شاہی بزرگ اپنی ایک نظم میں آخری زمانہ میں آنے والے مامور اور اس زمانے کے انقلابات کا بڑی تفصیل سے ذکر فرماتے ہیں اور آخر میں اس کے ایک عظیم فرزند کا تذکرہ کرتے ہیں۔ فرمایا:

و محمود سیظہر بعد ھذا
و یملک الشام بلا قتال
تطیع لہ حصون الشام جمعاً

و ینفق مالہ فی کلّ حال
(شمس المعارف الکبریٰ مصری صفحہ ۳۴۰ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد۹)
یعنی اس کے بعد محمود ظاہر ہوگا جو ملک شام کو بغیر جنگ کے فتح کرے گا۔ شام کے قلعے اس کی اطاعت قبول کریں گے اور وہ اپنے مال کو بے حساب اور ہر حالت میں خرچ کرتا رہے گا۔
حضرت مسیح موعود...... کا ایک کشف مندرجہ بالا شعر کی وضاحت کے لئے کافی ہوگا۔ آپ تریاق القلوب صفحہ ۴۰ پر فرماتے ہیں:
"میرا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا کہ مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے...... (بیت۔ ناقل) کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ "محمود"۔
البتہ اس شعر میں جو ملک شام کی فتح کا ذکر ہے اس پیشگوئی کا ایک ظہور تو اس طرح ہوا کہ حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد کو مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ۱۹۲۴ء میں شام جانے اور وہاں کے علماء کو دعوت حق پہنچانے اور احمدیہ مشن کھولنے کی توفیق ملی۔
لیکن بعید نہیں خدا تعالیٰ اس بزرگ کی یہ پیشگوئی کسی وقت حرف بحرف بھی پوری کردے۔
پس پیشگوئیوں کا یہ شہزادہ، انجیل کا یہ دولہا، اور وہ عظیم فرزند جس کی خبر آج سے ہزاروں سال سے دی جارہی تھی اور جس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے کیا اور حضرت مسیح موعود...... نے جس کی ولادت کا اعلان ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ ساری دنیا میں کیا۔ وہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا اور ۱۹۴۴ء میں خدا سے خبر پا کر اس نے اعلان کیا کہ:
"میں...... ایک بار پھر یہ اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اسی کے انکشاف کے ماتحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا وہ میں ہی ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئی پوری ہوئی

جو حضرت مسیح موعود نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں"۔ (الموعود صفحہ ۶۶)
خدا تعالیٰ کی رحمت کا نشان دنیا نے دیکھا، دین حق کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ وہ ایک صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت وجود تھا جو اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں کے ساتھ اس دنیا میں آیا۔ قوموں نے اس سے برکت پائی، روحانی مریضوں نے اس مسیحا سے شفا پائی اور اسیروں کی رستگاری کا وہ موجب ہوا۔
خدا کا سایہ اس کے سر پر تھا اور وہ جلد جلد بڑھا اور زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا اور بالاخر اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا کیونکہ یہی "امراً مقضیا" تھا۔ بلاشبہ ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ یہ نابغہ روزگار ہستیاں بار بار نہیں آتیں۔ بقول میر
مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے سینے سے انسان نکلتا ہے
حضرت مصلح موعود آئے اور چلے گئے۔ ان کی یادیں اور ان کی مقدس سوانح ہمارے لئے اسوہ ہے۔ ایک طرف تو ہمارے لئے یہ خوشی کا باعث ہے کہ وہ شخص جس کی قومیں منتظر تھیں اور صدیوں سے لوگ جس کی راہ تکتے، حسرتیں لئے زمین میں دفن ہوگئے ہماری خوش نصیبی کہ وہ زمانہ ہم نے پالیا۔ مگر یہ خوشی ہماری حقیقی خوشی تب ہوگی جب ہم یہ عہد کریں گے کہ

"اے جانے والے ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے"

نہ اپنے قول سے بلکہ فعل سے، نہ زبان پر بلکہ روح اور دل کی گہرائیوں میں۔ اور نہ صرف ہم خود بلکہ اپنی نسلوں کو بھی اس کی وصیت کرتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ آمین

ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (مینجر)

دو ایمان افروز واقعات

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

دسمبر ۱۹۹۰ء کو مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان کے ساتھ ایک ملاقات میں محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے دوران گفتگو حضرت مصلح موعود کے دو ایمان افروز چشمدید واقعات سنائے۔

حضرت مصلح موعود کی حیات مقدسہ کے یہ دو واقعات محض واقعات ہی نہیں ہمارے لئے ایک درس ہیں اور ایک قابل تقلید نمونہ ہیں۔ ہم وہ واقعات اپنے الفاظ میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود کے بارے میں صاحبزادہ صاحب۔ نے اپنے ذاتی واقعات سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں رات کو سویا ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعود کی باری ام ناصر کے ہاں تھی۔ آدھی رات کو اچانک بڑے ہی دردناک رونے کی آواز سے میری آنکھ کھلی۔ میں خوف سے سہم گیا کہ خدایا کیا ہوا ہے؟ کیونکہ کسی کے رونے کی بڑی دردناک آواز آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی آواز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ آپ کی نماز ادا کر رہے تھے اور بڑے ہی کرب سے درد اور الحاح سے دعا کر رہے تھے اور ایسے رو رہے تھے جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ بلا مبالغہ میں آدھ گھنٹہ تک جاگتا رہا اور حضور اتنے درد سے رو رو کر ایک ہی فقرہ "اھدنا الصراط المستقیم" بار بار دہرا رہے تھے۔

صاحبزادہ صاحب نے حضرت مصلح موعود کے بارے میں ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک روز حضرت مصلح موعود گھر کے دالان میں ٹہل رہے تھے اور ہم بچے بھی گھر میں موجود تھے۔ آپ نے ہمیں بلایا اور فرمانے لگے کہ قرآن ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ جیسے سمندر میں غوطہ خور غوطہ مارتا ہے تو جو بہت محنت کرے وہ موتی نکال کر لے آتا ہے اور جو تھوڑی محنت کرتا ہے وہ موتی نہیں تو سیپی ہی نکال لاتا ہے۔ اسی طرح تمہیں ابھی سے قرآن کریم پر غور و فکر اور تدبر کی عادت ڈالنی چاہیئے اور موتی نہیں تو سیپی ہی نکال کے لے آؤ۔ مگر تدبر کی عادت ضرور ڈالو۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضور کو قرآن سے کس قدر عشق تھا اور آپ کس طرح بچوں کی تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے اور بچپن میں ہی قرآن کی طرف توجہ دلائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

جب بھی تم کوئی حکم دو، محبت پیار اور سمجھا کر دو۔ (حضرت مصلح موعود)

وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا

مصلح موعود کے علم لدنی کے چند پہلو

مقالہ نگار مکرم عبد السمیع خان صاحب

پیشگوئی مصلح موعود کی اصل غرض وغایت یہ تھی کہ کلام اللہ کا شرف اور مرتبہ ظاہر ہو۔

اس مقصد کو پورا کرنے والے وجود کے لئے منطقی طور پر یہ ضروری تھا کہ وہ علوم قرآنی پر گہرا عبور رکھتا ہو۔ بلکہ ان کی روشنی میں دوسرے علوم کو پرکھنے پر بھی قادر ہو اور اس کا علم نہ صرف کسبی ہو بلکہ آسمانی سرچشمہ اسے علوم ظاہری و باطنی سے پر کردے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے نہ صرف مصلح موعود کو ان صفات سے مزین کرنے کا وعدہ فرمایا بلکہ اپنی صفت علیم کی غیر معمولی تجلی کے ساتھ یہ وعدہ پورا فرمایا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"چونکہ (دین) کے اصول نہایت پکے ہیں اس لئے جب میں (دین) کے کسی اصول کے ماتحت کسی علم کو دیکھتا ہوں تو اس کا سمجھنا میرے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ کوئی علم ہو خواہ وہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو میں اس پر جب بھی غور کروں گا ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول کو میں نہ سمجھتا ہوں بغیر اس کے کہ میں نے ان علوم کی کتابیں پڑھی ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق علم دیا ہے"۔ (الفضل ۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

آئیے حضور کے علم لدنی کے بعض پہلوؤں کا نظارہ کریں۔

علم عربی پر دسترس

قرآن کریم اور قرآنی علوم کی جڑیں چونکہ عربی زبان میں پیوست ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور کو عربی زبان کا بڑا وسیع اور جامع علم عطا فرمایا تھا۔

جس رویا کے ذریعہ حضور کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونے کی بشارت دی گئی اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے۔

"میں وہ ہوں جسے علوم (دینیہ) اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے"۔ (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

چنانچہ حضور کی شاہکار تصنیف تفسیر کبیر حضور کے علم عربی پر ایک ناقابل تردید دلیل ہے جس میں حضور نے نہ صرف عربی زبان کی باریکیوں اور لطافتوں کو محفوظ رکھ کر قرآن کے جواہرات نکال کر پیش کئے ہیں بلکہ ان کی روشنی میں جو مضامین اللہ تعالیٰ نے آپ پر روشن فرمائے وہ بھی جابجا اس چمن میں پھیلے پڑے ہیں۔ نمونہ کے طور پر حرف ایک نکتہ اور اس کی تین مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

عربی کی ایک خصوصیت

عربی زبان کا ایک کمال یہ ہے کہ اس کے تمام حروف اپنے اندر مستقل معنے رکھتے ہیں اور ان کے مجموعہ کے معنے ان حروف سے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا اپنی ذات میں کوئی لفظ معنے نہیں دیتا بلکہ اس کے تمام حروف مل کر معنے دیتے ہیں۔

عربی زبان کے اس کمال کی طرف گو پہلے بزرگوں نے بھی توجہ دلائی ہے مگر حضرت مصلح موعود نے آسمانی تائید کے ساتھ اس سے غیر معمولی اور معرکۃ الآراء استفادہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"یہ ایک عجیب مضمون ہے کہ اس سے سینکڑوں معانی قرآن کریم کے اور سینکڑوں معانی احادیث کے میں نے نکالے ہیں۔۔۔۔۔۔ ہزاروں ہزار مضامین اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولے ہیں اور وہ مضامین ایسے ہیں کہ بعض دفعہ عرب بھی

ان کو سن کر حیران رہ جاتے ہیں اور وہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے ایسی باتیں کہاں سے نکالی ہیں"۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۳۔ ۱۶۴)

اب تفسیر کبیر سے اس کی چند مثالیں پیش ہیں۔

پہلی مثال:۔

۱۔ حروف س ل م جو لفظ اسلام کے اصلی حروف یا مادہ ہیں عربی زبان میں جہاں بھی اکٹھے ہوں ان کے معنوں میں حفاظت کا مفہوم ضرور شامل ہوگا اور پھر یہ حروف جس شکل میں بھی بدلتے چلے جائیں ان سب صورتوں میں حفاظت کے معنے بدستور موجود رہیں گے۔ اس مشارکت کو اصطلاحی طور پر اشتقاق کبیر کہتے ہیں۔ آئیے س ل م کا اشتقاق کبیر دیکھیں۔

سلم۔ آفات اور مصائب سے بچنا۔

سلم۔ چمڑے کی دباغت کرنا جو اسے گلنے سے بچانے کے لئے کی جاتی ہے۔

سالمہ۔ اس سے مصالحت کی۔

سلام۔ خدا کا نام جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔

سمل۔ صلح کرنا اور حوض سے گند نکال کر صاف کرنا۔

لمس۔ چھونا۔ اس سے بھی حفاظت کے معنے ہیں کیونکہ وہ تمام باتیں جن کو انسان محفوظ کرتا ہے اور اپنے حواس سے ہی کرتا ہے جس میں سے ایک لمس بھی ہے۔

مسل۔ پانی بہ پڑا۔ پانی نے کھیتی میں جاکر اس کی حفاظت کی۔

لسم۔ چپ رہنا۔ خاموشی بھی امن اور عافیت عطا کرتی ہے۔

ملس۔ مدافعت۔ جو کسی تکلیف سے بچنے کے لئے کی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام امور بیان کرنے کے بعد حضور فرماتے ہیں:

"غرض س ل م یہ تینوں حروف آگے پیچھے ہو کر جس طرح بھی آئیں عربی زبان میں ان کے معانی حفاظت کے ہی ہوتے ہیں۔ پس اسلام کے معنی یہ ہوئے کہ ایسے افعال بجالانا جن سے انسان ہلاکت سے محفوظ ہو جائے گویا اس نام میں ہی اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض بتادی ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کے غضب سے محفوظ ہو جائیں اور آپس کے لڑائی جھگڑوں سے نجات پاجائیں۔ یعنی ایک طرف تو ان کا اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم ہوجائے اور دوسری طرف وہ بنی نوع انسان سے ایسا اچھا سلوک رکھیں کہ ان میں باہم محبت اور یگانگت پیدا ہوجائے اور فتنہ و فساد دنیا سے مٹ جائے۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۸-۱۰۹)

دوسری مثال:۔

۲۔ قرآنی قسموں کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے حضور نے حلف کے معنوں پر روشنی ڈالی ہے۔ فرمایا کہ عربی زبان میں جہاں بھی ح ل ف اکٹھے آئیں وہاں یہ دو معنے ضرور پائے جاتے ہیں۔

۱۔ کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے جوڑنا۔

۲۔ کسی چیز کو پھاڑنا، جلانا اور نقصان پہنچانا۔

فرمایا:

یہی غرض حلف کی ہوتی ہے۔ انسان قسم اس لئے کھاتا ہے کہ جس کا حلف اٹھاتا ہے اسے اپنا گواہ اور ساتھی قرار دیتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اگر اس کا نام میں غلط طور پر لیتا ہوں تو وہ مجھے سزا دے یا میرے جھوٹ پر گواہ ہو......اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو میں پھاڑا جاؤں، جلایا جاؤں یا تباہ کر دیا جاؤں"۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۷۶)

تیسری مثال:

۳۔ قرآن کریم میں مستعمل لفظ فرقان کے متعلق بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ یہ لفظ عربی نہیں بلکہ شامی زبان سے مستعار لیا گیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، افرائیم شامی کی تفسیر بائیبل سے واقف تھے جس میں بائیبل کو فرقان کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت مصلح موعود نے اشتقاق کبیر کے نظام کو تفصیل سے پیش کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ فرقان کا لفظ عربی ہے بلکہ

اشتقاق اکبر کو بھی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے یعنی ف ر ق کے مجموعہ میں ہی معنوں کا اشتراق نہیں بلکہ ان کے قریب المخارج الفاظ کے معنوں میں فرقان کے ساتھ اشتراق ہے۔ مثلاً "ف" کی جگہ "و" رکھ دیں۔ "ر" کی جگہ "ل" رکھ دیں۔ "ق" کی جگہ "ک" رکھ دیں تب بھی الفاظ میں معنوں کا اشتراق ہوگا۔

پھر حضور نے فرقان کے اصل معنے بھی بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا کہ فارق سے جتنے الفاظ عربی زبان میں بنتے ہیں ان سب میں انفصال یا افتراق کے معنے پائے جاتے ہیں۔

قرآنی اصطلاح سے اس سے کوئی محدود معنے مراد نہیں بلکہ ایسے تمام دلائل مراد ہیں جو حق اور باطل میں تمیز کر دیتے ہیں۔

انبیاء کو عطا ہونے والے فرقان کے ضمن میں حضور تحریر فرماتے ہیں:

"ایک ایک دلیل میں الگ الگ تو شبہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ ایک ایک دلیل کو الگ الگ تو اتفاق قرار دیا جاسکتا ہے مگر ان سب امور اور ایسے ہی سینکڑوں امور کے ایک شخص کی ذات میں جمع ہوجانے کو تو کسی صورت میں بھی اتفاق نہیں کہا جاسکتا۔ اگر اس اجتماع کے ہوتے ہوئے بھی شبہ باقی رہ سکتا ہے تو پھر دنیا کی کسی بات کو بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ اسی مجموعے کا نام میرے نزدیک فرقان ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۴۴۷۔ ۴۵۰)

پھر حضور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہونے والے فرقان کی امتیازی حیثیت کا تذکرہ کیا ہے۔

ماہر علم النفس:

قوموں کے لیڈر اور امام بننے والوں کے لئے علم نفسیات کا جاننا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا اہل ہونا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ ملکہ بھی دیا تھا۔ فرمایا:

"میں خدا تعالیٰ کے فضل سے علم النفس کا بہت ماہر ہوں۔ یوں تو میں پرائمری پاس بھی نہیں مگر علم النفس کے ماہر لوگ بھی گفتگو میں مجھ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے دبتے ہیں اور وہ سینکڑوں کتابیں پڑھ لینے کے بعد بھی میرے علم النفس کا مقابلہ نہیں کرسکتے"۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۵)

علم النفس میں مہارت جب اہل اللہ کی فراست اور خدا کی تائید و نصرت کے ساتھ تعلق پیدا کرتی ہے تو عجیب دنیاؤں کو جنم دیتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"اگر کوئی تجربہ کے لئے تیار ہو تو وہ اس طرح کرسکتا ہے کہ اپنے دل میں کچھ سوال رکھ کر میرے پاس بیٹھ جائے اور مجھے وہ سوال بتائے نہیں صرف پاس بیٹھا رہے پھر دیکھے کہ باتوں باتوں میں ہی اس کے سوال حل ہوتے ہیں یا نہیں"۔ (حقیقۃ الرویا صفحہ ۴۸)

ایک عارف باللہ تو اپنی روحانی فراست کے ساتھ دوسروں کو گہری توجہات اور گہرے رازوں کا اندازہ کرلیتا ہے مگر حضور کو جو باطنی حواس عطا کئے گئے تھے ان کی روشنی میں ہزار پردوں میں چھپ کر آنے والے بھی بے نقاب ہوجاتے تھے۔ حضور فرماتے ہیں:

"بعض دفعہ دوسروں کے جسم میں سے ایسی شعاعیں نکلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جس سے ان کے اندرونی خیالات بے نقاب ہوجاتے ہیں اور پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ سچے مومن ہیں یا نہیں۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے ساتھ بات کرتا ہے اور میری روح اس کی روح سے ٹکرا کر معلوم کرلیتی ہے کہ یہ منافق کی روح ہے۔ اس طرح کئی ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر میں بڑے اخلاص کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاتھ چومتے ہیں مگر ان کے ہاتھ چومنے پر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہوں نے ہاتھ کو نجاست لگادی ہے اور ان کی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا وہ گالیاں دے رہے ہیں"۔ (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۲۲)

فلسفہ و نفسیات کے موضوع پر حضور نے قریباً ۱۸۰ کتب کا مطالعہ فرمایا تھا۔ (الفضل ۹ مارچ ۱۹۶۶ء)

مگر آپ کا اصل سرمایہ تو وہ علم تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خاص فضل سے عطا فرمایا تھا اور جس کو آپ نے بڑی حکمت کے ساتھ دین کی خدمت کے لئے استعمال کیا اور علمی اور عملی ہر

پہلو سے ان مٹ نقوش قائم کئے۔
آپ نے اپنی تفسیر قرآنی میں علم النفس کے اصولوں کو ملحوظ رکھ کر قرآن کریم کی شان کو نمایاں کیا۔ اس کی صرف ایک مثال ملاحظہ ہو۔

ترتیب قرآن:

ھمزہ اور لمزہ کی ترتیب کے متعلق حضور فرماتے ہیں:
"ھمز کے معنے مارنے پیٹنے کے ہوتے ہیں اور لمز کے معنے تحقیر و تذلیل اور سچائیوں کا انکار کرنے کے ہیں۔ بظاہر مار پیٹ زیادہ سخت نظر آتی ہے لیکن علم النفس کے ماتحت مار پیٹ کم درجہ رکھتی ہے اور سچائی کا انکار زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ یہی حکمت ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ھمز کو پہلے رکھا اور لمز جس میں اخلاقی برائی زیادہ تھی بعد میں بیان کیا"۔ (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۵۷۷)
حضور نے علم النفس کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر روشنی ڈالی اور اس کے مخفی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۲۷ جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۵)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی نئی اور حیرت انگیز تشریح فرمائی۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۷۴)
علم النفس کے ماہرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اور قرآن و حدیث پر جو اعتراض کئے ہیں علم النفس ہی کی روشنی میں آپ نے ان تاریکیوں کو دور فرمایا۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۴۔ جلد ۹ صفحہ ۲۰۴۔ ۲۳۶)

تاریخ کی گتھی:

ابتدائی اسلام کی تاریخ میں حضرت عثمانؓ اور بعد کے عہد کے اختلافات ایک ایسی گتھی کی حیثیت رکھتے ہیں جس پر بیسیوں علماء نے قلم اٹھایا مگر کوئی اطمینان بخش حل پیش نہ کرسکے۔ حضرت مصلح موعود نے اس پیچیدہ مضمون کو بھی علم النفس کی روشنی میں حل کر دکھایا۔ میری مراد آپ کے معتم بالشان لیکچر "اسلام میں اختلافات کا آغاز" سے ہے۔ جس کو بلند علمی حلقوں میں عرصہ سے سند قبولیت حاصل ہے۔ یہ لیکچر ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو لاہور میں ہوا تھا اور برصغیر پاک وہند کے مشہور تاریخ دان سید عبدالقادر صاحب کی صدارت میں پڑھا گیا۔
آپ کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے اس نہایت درجہ پرپیچ دور کے دبیز پردوں کو اٹھانے اور اصل حقائق تک پہنچنے کی راہ کیسے دکھائی یہ ایک نہایت معلومات افزا اور ایمان پرور کہانی ہے جس کی تفصیل حضور نے خود اس طرح بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں:
"میں نے اس لیکچر میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات کہ اسلام میں فتنوں کا موجب حضرت عثمانؓ اور بڑے بڑے صحابہؓ تھے بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیکچر کے سلسلہ میں مَیں نے زیادہ تر طبری کو مد نظر رکھا ہے۔ طبری نے یہ اصول رکھا ہے کہ وہ ایک ایک واقعہ کی پانچ پانچ، سات سات روایات دے دیتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان میں سے وہ کون سے واقعات ہیں جن کی ایک زنجیر بن سکتی ہے۔ ان واقعات کو میں نے لے لیا اور باقی کو چھوڑ دیا کیونکہ ایک طرح کی زندگی میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک سال میں ایک کام معاویہؓ کر رہے ہوں۔ اگلے سال وہ کام عمرو بن العاصؓ کر رہے ہوں اور اگلے سالوں میں وہی کام پھر معاویہؓ سے منسوب ہو تو درست بات یہی ہوگی کہ وہ کام دوسرے سال بھی معاویہؓ ہی کر رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کا نام غلطی سے آگیا ہے۔ اس اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ صحابہؓ سے بعض غلطیاں ہوئیں یا حضرت علیؓ کے متعلق بعض واقعات بیان کئے جاتے ہیں وہ سب غلط ہیں۔
گویا یہاں علم النفس میرے کام آیا۔ یا اگر ایک شخص کے متعلق ایک سال بعض واقعات بیان کئے جاتے ہیں، دوسرے سال بھی بعض واقعات بیان کئے جاتے ہیں، تیسرے سال بھی واقعات بیان کئے جاتے ہیں تو ہمیں وہی واقعات درست ماننے پڑیں گے جو ایک کڑی اور زنجیر بنادیں۔ رحمدل اور سنگدل یا پارسا اور عیاش آدمی جمع نہیں ہوسکتے۔ مثلاً ایک آدمی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ رحمدل ہے اور اکثر واقعات اس کی رحمدلی پر دلالت کرتے ہیں اگر اس کے متعلق بعض ایسی روایات آجائیں کہ وہ ظالم تھا تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اسے ظالم

بتانے والی روایات غلط ہیں کیونکہ رحمدلی اور ظلم جمع نہیں ہوسکتے.......... پس جب تاریخ کے ساتھ علم النفس مل جاتا ہے تو وہ اسے قطعی اور یقینی بنا دیتا ہے"۔ (الفضل ۲ دسمبر ۱۹۵۵ء)

اس لیکچر کی اشاعت پر سید عبدالقادر صاحب نے یہ رائے تحریر کی۔

"میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مورخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہوگا"۔

تحریک جدید کی بنیاد

آپ نے اس خداداد قابلیت کو جماعت کی قیادت کے لئے بھی بھرپور استعمال کیا۔ اس کی مثال میں تحریک جدید کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

حضور جانتے تھے کہ قربانی کے لئے ایک ماحول کی ضرورت ہوتی ہے اور جب قومیں ایسے ادوار سے گزرتی ہیں تو ان کی صحیح رہنمائی انہیں بام عروج تک پہنچا سکتی ہے۔ ایسا ہی ایک وقت جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ۱۹۳۴ء میں آیا جب آپ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھی۔ آپ فرماتے ہیں:

"تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہوسکتا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائیں ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جب مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔ اس وقت جماعت کے دل ایسے تھے جیسے چلتے گھوڑے کو جب روکا جائے تو اس کی کیفیت ہوتی ہے"۔ (الفضل ۸ جنوری ۱۹۳۶ء)

اس وقت آپ نے جماعت سے مالی تحریک کے علاوہ ۲۷ دیگر مطالبات بھی کئے جن پر جماعت نے والہانہ انداز میں لبیک کہا اور یہ موقع جماعت کی زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کرگیا۔

سلطان البیان

حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ہر قسم کے علوم سے پر کیا تھا۔ اس صداقت کے برملا اور ناقابل تردید ثبوت کے طور پر ضروری تھا کہ آپ ان علوم کو بیان کرنے پر بھی قادر ہوتے ورنہ یہ مضمون اپنے پورے کمال کے ساتھ ظاہر نہ ہوتا۔ پس اس پیشگوئی کے بین السطور یہ بھی مرقسم تھا کہ آپ ان علوم کے دریا بہائیں گے۔ چنانچہ اپنے سیر روحانی والے سفر میں آپ نے ایک عجیب جذب کے عالم میں بے اختیار کہا تھا:

"میں نے پالیا۔ میں نے پالیا"۔ (سیر روحانی جلد اول صفحہ ۵)

اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

"جب میں نے کہا "میں نے پالیا" تو اس کے معنے یہ تھے کہ اب یہ نعمتیں دنیا سے زیادہ دیر تک مخفی نہیں رہ سکتیں۔ میں دنیا کے سامنے ان نعمتوں کو ایک ایک کرکے رکھوں گا کہ وہ اس کی طرف توجہ کرے"۔ (سیر روحانی جلد اول صفحہ ۱۰۰)

چنانچہ وہ باطنی علوم جو پہلے مدتوں کی ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتے تھے وہ آپ کی ہر مجلس میں بیان ہونے لگے۔ حضور نے جب "ذکر الٰہی" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور اس کے بہت

سے طریقے اور فائدے بیان کئے تو ایک صاحب نے دوران تقریر حضور کو ایک رقعہ لکھا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں ان میں سے ایک ایک نکتہ صوفیاء دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے۔ آپ ایک ہی مجلس میں سب راز کھولنے لگ گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۹۴)

اس ضمن میں حضور کی کتب عرفان الٰہی، ہستی باری تعالیٰ، منہاج الطالبین اور تقدیر الٰہی خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ جن میں مشکل ترین مضامین کو سادہ اور آسان ترین پیرایہ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حضور کو تحریر اور تقریر دونوں پر قدرت حاصل تھی لیکن تقریر کا پہلو زیادہ نمایاں ہوا جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا قلمی پہلو زیادہ شدت کے ساتھ سامنے آیا تھا۔ حضور فرماتے ہیں:

"حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کو خدا تعالیٰ نے سلطان القلم قرار دیا تھا۔ اس کے مقابلے میں اس نے مجھے اتنا بولنے کا موقع دیا کہ مجھے اس نے سلطان البیان بنا دیا"۔ (خطبات محمود جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

شعر و سخن

آپ ایک بے بدل مصنف اور لاثانی مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے اور آپ کا یہ روحانی ملکہ بھی باطنی علوم کے اظہار کے لئے وقف تھا۔ کئی پورے شعر اور کئی کئی مصرعے آپ کو الہاماً عطا کئے گئے جو علم و عرفان کا ایک لذت بخش پھل ہے۔ شعر و سخن کے متعلق حضور فرماتے ہیں:

"مجھے رویا میں بتایا گیا ہے کہ قوم کی زندگی کی علامتوں میں سے ایک شعر گوئی بھی ہے اور میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم شعر کہا کرو.........اور رویا میں مجھے بتایا گیا ہے کہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو شعر کہنے کی تحریک کروں"۔ (الفضل ۱۳ جون ۱۹۱۹ء)

حضور اپنے منظوم کلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کافی حصہ اللہ اور اس کے رسول کے کلام کی تفسیر ہے اسی طرح تصوف کی کئی کتابیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔ (الفضل ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

حضرت مصلح موعود کو جو علم لدنی ملا تھا یہ تو محض اس کی چند جھلکیاں ہیں اور ہر غیر متعصب ذہن ان کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۹۲۴ء میں حضور سفر یورپ کے دوران دمشق پہنچے تو وہاں کے معززین سے آپ کی گفتگو ہوئی ان کے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے اخبار "العمران" لکھتا ہے:

(ترجمہ) "انہوں نے آپ کو نہایت عمیق ریسرچ رکھنے والا اور عالم اور سب مذاہب اور ان کی تاریخ اور فلسفہ کا گہرا مطالعہ رکھنے والا اور شریعت الٰہیہ کی حکمت و فلسفہ سے واقف شخصیت پایا"۔ (العمران ۱۰ اگست ۱۹۲۴ء بحوالہ خالد فروری ۱۹۸۷ء صفحہ ۵۱)

غ۔ز۔ل

چاہت یقین و وہم کا اک سلسلہ نہیں
سوئے یقین اس سا کوئی راستہ نہیں

محفل کوئی بھی ہو، میں کسی بھی جگہ رہوں
تیرے سوا نظر میں کوئی دوسرا نہیں

اپنی ہی ذات سے مجھے بیگانہ کر دیا
یعنی مرا وجود بھی اب تو مرا نہیں

تیرے سوا کروں نہ کسی کی بھی آرزو
تیرے بغیر زیست بھی میں چاہتا نہیں

اوروں سے آشنائی کی تہمت نہیں قبول
تیرا ہوں میں، ندیم کسی اور کا نہیں

(محمد انور ندیم۔ ملتان)

تعارف کتب نمبر ۱۳

دافع البلاء

اپریل 1902ء صفحات: 50 روحانی خزائن: جلد نمبر 18

یہ رسالہ جس کا پورا نام "دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء" ہے اپریل 1902ء کو شائع ہوا اور اس کی وجہ تالیف حضور نے خود اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ تحریر فرمائی کہ:

"الحمد للہ کہ زمانہ کی ضرورت کے موافق بہتوں کو طاعون سے نجات دینے کے لئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا"۔ (ٹائیٹل پیج)

یہ رسالہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نشانوں میں سے ایک زبردست نشان ہے اور آپ کی صداقت کے دلائل میں سے ایک زبردست دلیل ہے۔

کیونکہ ایک مفتری کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسے وقت میں جب عذاب کا نام و نشان نہ ہو اور دنیا عیش و عشرت میں مشغول ہو خدا کے عذاب کے نزول کی خبر چار سال قبل دے اور پھر اس وقت میں کہ جب سارا ملک طوفان کی لپیٹ میں آجائے تو وہ شخص اپنی حفاظت کی خبر بھی ساتھ ہی دے دے اور یہ بھی بتادے کہ نہ صرف میں بلکہ میرے ماننے والے بھی اس وباء سے محفوظ رہیں گے اور میرا مرکز قادیان بھی اس عذاب کی شدت سے محفوظ رہے گا اور کشتی نوح کے مشابہہ ہوگا تا غیر قوموں کے لئے نشان ہو۔

1902ء میں جب طاعون ایک ہولناک مصیبت اور خوفناک موت کی صورت میں ہندوستان پر چھا گئی اور ہر طرف موتا موتی کا عالم شروع ہوگیا تو ہر مذہب اور کئی مذہبی انجمنوں نے طاعون کے اسباب اور اس بلاء سے نجات حاصل کرنے کے طریق بتلائے۔

مسلمانوں نے کہا کہ شیعہ سنی سب مل کر اکٹھے نماز پڑھ لیں تو یہ عذاب ختم ہوجائیگا۔ عیسائی کہنے لگے کہ یسوع مسیح کو خدا نہ ماننے کی وجہ سے یہ مصیبت آئی ہے لہٰذا اس سے نجات کا طریق یہ ہے کہ یسوع مسیح پر ایمان لے آئیں۔ ہندوؤں کا خیال تھا کہ گئوماتا کی بے حرمتی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

حضرت مسیح موعود...... نے یہ سارے مختلف عقائد اور خیالات اپنے اس رسالہ میں درج فرمائے اور پھر لکھا کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ خدا کی طرف سے عذاب ہے اور اس عذاب کی خبر میں آج سے چار سال قبل شائع کرچکا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"چار سال ہوئے میں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے ہیں"۔ (صفحہ نمبر 14)

پھر آپ نے خدا کی طرف سے ملنے والی پیشگوئی درج فرمائی اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی نظر میں یہ طاعون اس لئے آئی ہے کہ اس کے . . . . تکذیب کی گئی اور اس سے استہزاء کیا گیا اور خدا نے یہ طاعون عذاب بنا کر اس ملک میں بھیجی ہے اور اب اس کی نجات کی صرف ایک راہ ہے کہ لوگ سچے دل سے مجھے مسیح موعود...... مان لیں یا کم از کم میرے ساتھ استہزاء اور ہنسی اور ٹھٹھے کا طریق ترک کردیں۔

مگر یہ امر کہ یہ طاعون خدائی عذاب ہے جو مسیح موعود کی تکذیب اور تحقیر کی وجہ سے ملک پر مسلط کیا گیا۔ اس نسبت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اعلان فرمایا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ تیری تکذیب اور تحقیر کی وجہ سے یہ عذاب آیا ہے اور اس کے لئے ایک نشان یہ ہے کہ یہ عذاب قادیان میں نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ "انہ اوی القریۃ" کہ وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ کرے گا۔ حضور نے اس الہام کی تشریح فرماتے ہوئے خود فرمایا کہ:

"یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ جو سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے

کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی"۔(صفحہ 15)
حضرت مسیح موعود نے اس رسالہ میں اپنے سارے الہامات اور وحی کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
"اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔
(1) اول یہ کہ طاعون اس دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا۔ اس کے قتل کرنے کے لئے منصوبے بنائے گئے۔ اس کا نام کافر اور دجال رکھا گیا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑدے اس لئے اس نے آسمان اور زمین دونوں کو اس کی سچائی کا گواہ بنادیا۔ آسمان نے کسوف و خسوف سے گواہی دی جو رمضان میں ہوا اور زمین نے طاعون کے ساتھ گواہی دی۔۔۔
(2) دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذاء اور بدزبانی سے باز آجائیں گے۔۔۔۔۔۔
(3) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں ہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا"۔(صفحہ 22 تا صفحہ 24)
پھر حضور نے اپنی صداقت کے لئے ایک اور معیار پیش فرمایا اور اعلان فرمایا کہ میرے خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ وہ قادیان کو اس عذاب سے بچائے گا۔ اب اگر کسی کو دعویٰ ہے تو وہ میدان میں آئے اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت پیش کرے اور یہ کہ وہ اعلان کرے کہ ہمارا مقام یا یہ شہر طاعون سے محفوظ رہے گا۔
عیسائیوں کو چیلنج دیا کہ وہ کلکتہ کے متعلق اعلان کریں کہ یہ شہر طاعون سے محفوظ رہے گا کیونکہ بڑا بشپ اسی جگہ رہتا ہے۔ آریہ لوگ بنارس کے متعلق اعلان کریں اور سناتن دھرم والے امرتسر کے متعلق کیونکہ یہاں گائیاں بہت ہوتی ہیں۔ دوسرے مسلمان فرقے یا علماء اپنے اپنے شہروں کے متعلق اعلان کریں۔
اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو یہ ان کی شکست ہوگی اور درپردہ اس بات کی تصدیق ہوگی کہ:
"اور ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر بھی سمجھا جائیگا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔(صفحہ 26)
طاعون کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے پھر حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی اعلان کرے بھی کہ فلاں شہر بھی قادیان کی طرح عذاب سے بچایا جائے گا تو وہ ضرور عذاب کا شکار ہوگا۔ فرمایا:
"۔۔۔۔۔۔میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ وہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہوجائے گا۔۔۔" (صفحہ 38)
علاوہ ازیں حضور نے مختصر طور پر اس عقیدے کا رد بھی کیا ہے کہ مسیح آسمان سے نازل ہوا۔ (صفحہ 22 تا صفحہ 35)
اس رسالہ کے آخر پر حضور نے جموں کے رہنے والے ایک شخص چراغ دین کے بارے میں اعلان شائع فرمایا کہ اس کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس نے ایسے اشتہار شائع کئے تھے جن سے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے اور مقام پر حرف آتا تھا۔
یہ شخص اپنے آپ کو رسول بھی کہتا تھا۔ حضور نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اگر یہ توبہ نہ کرے گا تو خدا کے عذاب کا شکار ہوگا اور خدا اسے فنا کردے گا۔(صفحہ 49)
اور آخر کار وہ اسی طاعون اور خدائی وعید کا شکار ہو کر اس جہان سے رخصت ہوگیا۔
(مرتبہ: سید مبشر احمد ایاز)

مصلح موعود کا عشق رسولؐ

خدا تعالیٰ قادر ہے جو چاہتا کرتا ہے۔ عرب کے ریگستان میں ایک یتیم بچہ پیدا ہوا۔ دودھ پلانے والی دائیوں نے اسے لے جانا پسند نہ کیا۔ پھر ایک دائی نے کہ جسے اور کوئی بچہ نہ مل سکا تھا اسے لے لیا۔ وہ بکریاں چراتا رہا اور ذرا بڑا ہوا تو ماں اور دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ چچا سرپرست بنا۔ یہ بچہ تنہائی پسند تھا۔ مکہ کے قریب ایک غار میں چلا جاتا، پہروں بیٹھا رہتا اور نہ جانے کیا سوچتا رہتا۔ پھر ایک دن یہ غار کی تنہائیوں سے اتر کر قوم کے پاس آیا اور کہا کہ خدا نے مجھے تمہاری اور ساری دنیا کی اور آنے والی ساری قوموں اور ساری نسلوں کی ہدایت کا موجب بنایا ہے۔ اور کہا کہ

لایؤمن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین
(بخاری ومسلم)

یعنی تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے باپ اپنی اولاد اور دیگر تمام بنی نوع انسان سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔

آج اس بات کو گزرے چودہ سو برس ہوگئے لیکن کسی ماں نے ایسا لال نہیں جنا جو اس یتیم اور کمزور انسان کی بات کو جھٹلانے کی جرات کرسکے۔ ولی آئے اور نیک خدا رسیدہ لوگ آئے اور لاکھوں کی تعداد میں آئے لیکن وہ سب کے سب اسی کی غلامی کا دم بھرنے والے تھے۔

آج جس ولی کا ذکر مطلوب ہے وہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو قادیان میں پیدا ہوا۔ جلد جلد بڑھا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائی۔ لاکھوں ہی لوگوں نے اس کی غلامی میں خدا کو پایا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے اور صرف اس لئے ہوا کہ وہ اپنے عہد کا سب سے بڑا عاشق رسولؐ تھا۔ اور ایسا ہونا تھا بھی ضروری۔ کیونکہ پیشگوئی میں کہا گیا تھا کہ:

"اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے"۔

چنانچہ حضرت مصلح موعود کو جو کچھ بھی عطا ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل حاصل ہوا۔ خود فرماتے ہیں کہ

محمد میرے تن میں مثل جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے

نیز فرماتے ہیں:

"خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور دین حق کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے۔ وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہوجائے۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہوجائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہوجائیں۔ پھر بھی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلے میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کردے گا اور خدا

دینی علوم کے پڑھنے یا پڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ (حضرت مصلح موعود)

میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے دین حق کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک دین حق پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہوجائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا نبی تسلیم نہ کرلیا جائے"۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء)

نصف صدی سے زیادہ تک دین حق کا یہ بطل جلیل مسند خلافت پر رونق افروز رہا اور اس دوران دشمنان اسلام نے کئی بار اپنی نادانی اور شرارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ کبھی "ورتمان" اخبار میں ناپاک مضمون چھپے تو کبھی "رنگیلا رسول" قسم کی دلوں کو چھلنی کرنے والی کتابیں شائع کی گئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا دل یہ سب کچھ دیکھ کر خون ہوجاتا اور آپ اپنے محبوب اور سب کے محبوب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہوجاتے۔ یہ فرض کبھی تحریرات کے ذریعہ ادا ہوتا اور کبھی عملی اقدام کے تحت جلسے وغیرہ کرواکے۔ جلسہ ہائے "سیرت النبی" اور یوم پیشوایان مذاہب کا قیام اسی ذیل کی کڑیاں ہیں۔ حضرت اقدس کے ان کارناموں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ایک مختصر سی جھلک پیش خدمت ہے۔

ہندو اخبار "ورتمان" کا جواب

۱۹۲۷ء میں ہندو اخبار "ورتمان" میں ایک مضمون "سیر دوزخ" کے نام سے شائع ہوا اور اس بد قسمت نادان دشمن اسلام نے تمام پاکوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرکے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرلیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک بیان پوسٹر کی شکل میں طبع کرواکے ایک ہی رات میں ملک کے طول و عرض میں چسپاں کروادیا۔ اس میں فرمایا کہ:

"کیا اس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اور مصیبت کا دن آسکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بے کسی کوئی اور صورت اختیار کرسکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسایوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی واہلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے۔ اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہوسکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر یہ ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی پھوٹی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدارا نبیوں کے سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر آپ کی ہتک کرکے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کرسکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درختوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہوسکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہوسکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بے شک وہ قانون کی پناہ میں جو چاہیں کرلیں اور پنجاب ہائی کورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے لیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے۔ وہ اپنی طاقت کی بنا پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانون قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے اور قانون قدرت کا یہ اٹل اصول پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اسے برا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا"۔ (الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۷ء)

اس پوسٹر کا چھپنا تھا کہ ملک میں ایک شور مچ گیا۔ مسلمان اخبارات نے مضامین لکھے جن میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ وفد بنائے گئے اور حکام وقت کو اپنے غم و رنج سے آگاہ کیا گیا۔ مالک اخبار "ورتمان" اور مضمون لکھنے والے پر مقدمہ چلا اور انہیں ایک سال اور چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ مسلمانان ہندوستان خوش ہوگئے کہ دشمنوں کو سزا ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مبارک باد کے تار اور خطوط لکھے کہ یہ سب کچھ دراصل آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں ہوا ہے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ:

"میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا، اپنے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال کے جیلخانے کو قرار نہیں دیتا۔ میں ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے، ایک آدمی کی جان کو بھی اس کی قیمت قرار نہیں دیتا، میں ایک قوم کی تباہی کو بھی اس کی قیمت قرار نہیں دیتا کیونکہ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے"۔

نیز فرمایا:

"کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا دنیا کو جلانے کے لئے آیا تھا نہ کہ مارنے کے لئے۔ وہ لوگوں کو زندگی بخشنے کے لئے آیا تھا نہ کہ ان کی جان نکالنے کے لئے۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا کے احیاء میں ہے نہ اس کی موت میں۔ پس میں اپنے نفس میں شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص جو ایک قسم کی موت کا شکار ہوئے ہیں اور بدبختی کی جو مہر انہوں نے اپنے ماتھوں پر لگالی ہے اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے۔ کیوں اس کے زندگی بخش جام کو پاکر ابدی زندگی نہ پاتے۔ اور اس صداقت کا ان تک نہ پہنچنا مسلمانوں کا قصور نہیں تو اور کس کا ہے۔ پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکال کر اس کی جگہ آپ کی محبت قائم نہ ہو جائے"۔ (الفضل ۱۹ اگست ۱۹۲۷ء)

مسلم آؤٹ لک کے احمدی ایڈیٹر کی شجاعت

اسی طرح ایک بدبخت دشمن راجپال کو "رنگیلا رسول" نامی کتاب کی اشاعت پر سیشن کورٹ سے چھ ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا ہوئی۔ راجپال نے ہائی کورٹ میں اپیل کی۔ اس کے جج کنور دلیپ سنگھ نے فیصلہ دیا کہ دفعہ ۱۵۳۔ الف جس کے تحت راجپال کو سزا دی گئی تھی وہ گذشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف اعتراضوں اور حملوں کے انسداد کے لئے نہ بنایا گیا تھا۔ اس لئے راجپال کو بری کر دیا گیا۔ اس پر MUSLIM OUTLOOK کے احمدی ایڈیٹر سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے اپنے ایک اداریے میں اس فیصلے کو سراسر نامناسب اور غلط قرار دیتے ہوئے جج کنور دلیپ سنگھ کو مستعفی ہو جانے کو کہا۔ اس پر پنجاب ہائی کورٹ کی طرف سے اخبار کے ایڈیٹر اور اس کے مالک و طابع مولوی نور الحق صاحب کے نام توہین عدالت کے جرم میں نوٹس پہنچ گیا۔ سید دلاور شاہ صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بعض

دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ اس اداریے پر اظہار افسوس کر دینا چاہیئے مگر حضور نے مشورہ دیا کہ

"ہمارا فرض ہے کہ صوبہ کی عدالت کا مناسب احترام کریں لیکن جب کہ ایک مضمون آپ نے دیانتداری سے لکھا ہے اور اس میں صرف ان خیالات کی ترجمانی کی ہے جو اس وقت ہر مسلمان کے دل میں اٹھ رہے ہیں تو اب آپ کا فرض سوائے اس کے کہ اس سچائی پر مضبوطی سے قائم رہیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سوال ہے اور ہم اس مقدس وجود کی عزت کے مقابلہ میں کسی کے معارض بیان پر بغیر آواز اٹھائے نہیں رہ سکتے۔ میں قانون تو جانتا نہیں اس کے متعلق تو آپ قانون دان لوگوں سے مشورہ لیں مگر میری طرف سے آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنے جواب میں لکھوا دیں کہ اگر ہائی کورٹ کے ججوں کے نزدیک کنور دلیپ صاحب کی عزت کی حفاظت کے لئے تو قانون انگریزی میں کوئی دفعہ موجود ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں تو میں بڑی خوشی سے جیل جانے کے لئے تیار ہوں"۔ (الفضل یکم جولائی ۱۹۲۷ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۸۲)

محبت رسولؐ کی خاطر

۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ ہندوستان میں یہ دلخراش خبر پہنچی کہ (حضرت) محمد بن عبدالوہاب کے معتقدین کی گولہ باری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کو نقصان پہنچا ہے جس سے گنبد میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ ساتھ ہی یروشلم کی مسلم کونسل کے صدر اعلیٰ کی طرف سے تار آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر گولہ باری نہیں کی گئی البتہ اس کے گنبد پر گولیاں لگی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۴ ستمبر کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"یہ تو مانا نہیں جاسکتا کہ نجدیوں نے جان بوجھ کر روضہ مبارک مسجد نبوی اور دیگر مقامات مقدسہ پر گولے مارے ہوں گے کیونکہ آخر وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور آپ کی عزت و توقیر کا بھی دم بھرتے ہیں۔ لیکن باوجود ان باتوں کے جو کچھ ہوا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ......... گو انہوں نے دیدہ و دانستہ مقامات مقدسہ کو نقصان نہ پہنچایا ہو مگر ان کی بے احتیاطی سے نقصان ضرور پہنچا ہے"۔

پھر فرمایا:

"گو میں سمجھتا ہوں قبے بنانا ناجائز ہیں مگر ہر جگہ نہیں بلکہ ضرورت کے وقت جائز ہیں۔ اگر ان سے مراد قبر کی حفاظت نہیں تو ناجائز ہیں یا ان کے لئے ناجائز ہیں جو ہر حال میں ناجائز سمجھتے ہیں۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو ان کا یہ کام نہیں کہ ان کو توڑیں۔ اس معاملے میں ہم نجدیوں کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں قبے بلا ضرورت بنانا ناجائز ہیں اور شرک میں داخل ہیں لیکن اس معاملہ میں ہم ان کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے کہ ان کا توڑنا اور گرانا بھی درست ہے......... ہماری ان باتوں کو دیکھ کر نجدیوں کے حامی کہیں گے کہ یہ بھی شریف علی کے آدمی ہیں لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کے متعلق آواز اٹھاتے ہوئے شریف کا آدمی چھوڑ شیطان کا آدمی بھی کہہ دیں تو کوئی حرج نہیں ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب سے محبت رکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود......... سے بھی اگر کوئی محبت رکھتے ہیں تو صرف اس لئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور آپ کو جو کچھ بھی حاصل ہوا اس غلامی کی وجہ سے حاصل ہوا......... بے شک ہم قبوں کی یہ حالت دیکھ کر خاموش رہتے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عزت کی خاطر ہم آواز بلند کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں......... ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں جس سے ہم نجدیوں کے ہاتھ روک سکیں۔ ہمارے پاس سہام اللیل ہیں۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے مزار مقدس اور مسجد نبوی اور دوسرے مقامات کو اس ہتھیار سے بچائیں۔ ہماری جماعت کے لوگ راتوں کو اٹھیں اور اس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے سر کو خاک پر رکھیں جو ہر قسم کی طاقتیں رکھتا ہے اور عرض کریں کہ وہ ان مقامات کو اپنے فضل کے ساتھ بچائے......... عمارتیں گرتی ہیں اور ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن ان عمارتوں کے ساتھ اسلام کی روایات وابستہ ہیں۔ پس ہمیں دن کو بھی اور رات کو بھی، سوتے بھی اور جاگتے بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ اپنی طاقتوں سے اور اپنی صفات کے ذریعہ ان کو محفوظ رکھے اور ہر قسم کے نقصان سے بچائے"۔ (الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۲۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۲۷-۵۲۶)

ایک اور موقع پر غیر احمدی مولویوں کے بارے میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وہ اپنے منبروں پر کھڑے ہو کر یہاں تک کہتے ہیں کہ عیسائیوں سے، یہودیوں سے، آریوں سے اور سکھوں سے ہماری صلح ہو سکتی ہے مگر احمدیوں کے ساتھ ہم کسی طرح صلح نہیں کر سکتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... فرماتے ہیں کہ:

اس کے مقابلہ میں ہماری یہ حالت ہے کہ باوجود اس کے کہ سب سے بڑھ کر ہماری مخالفت کرنے والے غیر احمدی ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے ملکوں میں ہمارے آدمیوں کو نہایت بے دردی اور ظلم کی راہ سے قتل کیا جاتا ہے لیکن مذاہب کے لحاظ سے آریوں اور عیسائیوں سے کروڑوں درجے میں غیر احمدیوں کو افضل جانتا ہوں۔ یہ ہم کہیں گے کہ عیسائیوں کی حکومت اور ان کے ملک میں ہمارے لئے بہت امن اور انصاف ہے مگر افغان گورنمنٹ میں ہمارے ساتھ ظلم اور بے انصافی ہوتی ہے۔ لیکن جب مذہب کا سوال آئے گا تو میں امیر امان اللہ خان کو کروڑوں درجے کنگ جارج سے بڑھ کر سمجھوں گا کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں۔ انہیں خدا کا سچا رسول مانتے ہیں جو کہ ہمیں تمام چیزوں سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ لیکن کنگ جارج آپ کی صداقت کے قائل نہیں تو مذہباً امیر امان اللہ خان صاحب کو میں کنگ جارج سے زیادہ معزز سمجھتا ہوں باوجود اس کے کہ امیر امان اللہ خان کی حکومت میں ہمارے آدمیوں پر سخت ظلم ہوئے لیکن مذہباً کنگ جارج سے ان کی عزت میرے دل میں بہت زیادہ ہے کیونکہ جس کی غلامی کا مجھے فخر حاصل ہے اور جسے یہ مولوی لوگ کافر، کذاب اور دجال کہتے ہیں، اس سے میں نے یہی سیکھا ہے اور یہی اس نے تعلیم دی ہے اور میرا یہ حوصلہ اسی کی بدولت ہے کہ باوجود حکومت کابل سے اس قدر دکھ اٹھانے کے امیر امان اللہ خان کی اس قدر محبت اور عزت میرے دل میں ہے کیونکہ خواہ ان کی حکومت میں ہم سے کیسا ہی برا سلوک کیا گیا اور ہمیں کتنے ہی دکھ دئے گئے مگر وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں"۔ (الفضل ۱۴ جولائی ۱۹۲۵ء منقول از الفضل ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ تمام مدارج روحانیہ کا حصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے ساتھ منسوب ہے فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکتے جو خدا کے مقرب ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتے ہوں وہ جھوٹا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتا ہے۔ وہ آپ کے فیضان کو بند کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ تھے جب آپ جسد عنصری کے ساتھ اس دنیا میں موجود تھے اور اس وقت بھی زندہ ہیں جب آپ دنیا سے جا چکے ہیں۔ دنیا پیدا ہوگی اور فنا ہوگی، لوگ آئیں گے اور مریں گے، نسل انسانی دنیا میں پیدا ہوگی اور مٹے گی مگر میرا رسول ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اگر اس پر کوئی مجھے پھانسی بھی دینا چاہے تو میں پھانسی کے تختہ پر بھی چڑھنے کے لئے تیار ہوں"۔ (سیر روحانی جلد دوم صفحہ ۷۰)

مولوی محمد علی صاحب مرحوم امیر غیر مبایعین نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... اور آپ کی جماعت حضرت مسیح موعود....... کو نبی مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اس کے جواب میں حضور فرماتے ہیں:

نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود...... کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں کیوں اس سے محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہوسکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۶۔ ۱۸۵)

سیرت النبیؐ جلسوں کا پس منظر اور اسکی اہمیت

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دشمنان اسلام ہندوستان میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دلآزار باتیں چھاپتے رہتے۔ بہت ہنگامہ ہوتا۔ اخباروں میں اس کے احتجاج میں مضمون چھاپے جاتے۔ مقدمات لڑے جاتے۔ حضور..... نے ان کے انسداد کا ایک اچھوتا اور عمدہ طریق "جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ" کی شکل میں تجویز فرمایا۔ ان جلسوں کا مقصد خود حضور..... کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

"لوگوں کو آپ پر حملہ کرنے کی جرات اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپ کے حالات زندگی اور آپ کی پاکیزہ زندگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپ کے متعلق زبان درازی کی جرات نہ رہے۔ جب کوئی حملہ کرتا ہے تو یہی سمجھ کر کہ دفاع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ واقف کے سامنے اس لئے کوئی حملہ نہیں کرتا کہ وہ دفاع کرے گا پس سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے اور ہر سال خاص انتظام کے ماتحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے تاکہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہو جائیں"۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۷ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ ۳۹)

چنانچہ حضور کی کوششوں کے نتیجہ میں ۱۷ جون ۱۹۲۸ء کو ہندوستان کے طول و عرض میں پہلی بار جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کا انعقاد عمل میں آیا۔ جلسے بہت کامیاب رہے۔ غیر بھی پکار اٹھے کہ:

"ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی اس لئے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دوجہاں سردار کون و مکاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقے نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی

کہ اول درجے پر ہمارا شہر رہے.......... بہرحال ۱۷ جون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اگر شیعہ و سنی اور احمدی اسی طرح سال بھر دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہوجایا کریں گے تو پھر کوئی قوت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کر سکتی"۔ (اخبار "مشرق" گورکھپور ۲۱ جون ۱۹۲۸ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ ۵۱)

یہ اجلاس بعد میں بھی کئی سال جاری رہے۔ ان کے لئے خاص طور پر لیکچرار تیار کئے جاتے۔ الفضل کا "خاتم النبیینؐ نمبر" لیکچراروں کی ہدایت کے لئے شائع ہوتا اور کسی خاص دن سارے ملک میں پبلک جلسوں کا انعقاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا۔ اس سارے کام کے پیچھے ایک ہی دماغ کام کر رہا تھا۔ اس انسان کا دماغ کہ جس کا دل اپنے آقا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں مخمور تھا۔ جسے دھن تھی تو یہی کہ دنیا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد پہچان کر ان سے محبت کا تعلق قائم کرلے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ساری زندگی اسی محور کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ آپ کا رُواں رُواں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے وقف تھا۔ رات اور دن سوتے اور جاگتے یہی خیال آپ کو رہتا۔ تحریرات اور تقریروں اور جلسے جلوسوں کے انعقاد کے علاوہ حضور نے اپنی زندگی کو بھی کامل طور پر سنت نبویؐ کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ ہر حرکت اور ہر سکون حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکت و سکون کے مطابق تھا۔ روایت ہے کہ آپ کبھی کرسی پر ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر نہ بیٹھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی ایسے نہ بیٹھتے تھے۔ رمضان شریف میں بہت خیرات کرتے کہ ان کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات معمول سے بھی بہت بڑھ کر فرماتے تھے۔ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی تھا۔ غرضیکہ اپنی ہستی پر فنا وارد کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی....... نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نہایت اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا۔

حقیقی عید اور حقیقی خوشی

عید کا دن آتا تو لوگ خوشیاں مناتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.... بھی خوشی تو مناتے کہ عید کی خوشی منانے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے لیکن ساتھ ہی فرماتے اور حضور کے کئی خطبہ ہائے عیدین اسی مضمون پر ہیں کہ ہماری عید تو اس دن ہوگی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے اور آپ سے محبت کرنے والے دنیا میں زیادہ ہوں گے:

"ہماری عید دراصل وہی ہوسکتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید ہو۔ اگر ہم تو عید منائیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید نہ منائیں تو ہماری عید قطعاً عید نہیں کہلا سکتی بلکہ وہ ماتم ہوگا۔ جیسے کسی کے گھر میں کوئی لاش پڑی ہو ان کا کوئی بڑا آدمی فوت ہوگیا ہو تو لاکھ عید کا چاند نکلے ان کے لئے عید کا دن ماتم کا دن ہی ہوگا۔ اسی طرح ایک مسلمان کے لئے چاہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ۱۳۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اگر اس کی عید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں اور اگر وہ اس ظاہری عید پر مطمئن ہوجاتا ہے تو اس کی عید کسی کام کی نہیں۔ بے شک ہمیں اس دن خدا تعالیٰ نے خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور ہم خوش ہونے پر مجبور ہوجاتے ہیں لیکن پھر بھی ہمارے دلوں کو چاہیئے کہ وہ روتے رہیں کہ ابھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عید نہیں آئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عید سویاں کھانے سے نہیں آتی نہ شیر خرما کھانے سے آتی ہے بلکہ ان کی عید قرآن اور اسلام کے پھیلنے سے آتی

ہے۔

غرضیکہ حضرت مصلح موعود کی خوشی یا غمی رنج یا راحت سب خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے تھے اور ہر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش کے لئے تھا۔ ایک موقع پر اہالیان ربوہ کے لئے دعا کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

"ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ یہاں (یعنی ربوہ۔ ناقل) کے رہنے والوں میں دین کا اتنا جوش پیدا کردے، دین کی اتنی محبت پیدا کردے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا عشق پیدا کردے کہ وہ پاگلوں کی طرح دنیا میں نکل جائیں اور اس وقت تک گھر نہ لوٹیں جب تک کہ دنیا کے کونے کونے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم نہ کردیں۔ بے شک دنیا کہے گی کہ یہ لوگ پاگل ہیں مگر ایک دن آئے گا اور یقیناً آئے گا اور یقیناً آئے گا۔ یہ آسمان ٹل سکتا ہے۔ یہ زمین ٹل سکتی ہے مگر یہ وعدہ نہیں ٹل سکتا کہ خدا ہمارے ہاتھ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کر دے گا اور وہ لوگ جو ہمیں پاگل کہتے ہیں شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ اس چیز نے تو ہو کر ہی رہنا تھا۔ آثار ہی نظر آ رہے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ یہ چیز ضرور وقوع میں آئے گی"۔ (خطبہ فرمودہ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء بحوالہ "الفضل" جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۴ء)

عشق رسول سے بھرپور حضرت مصلح موعود ایک نظم کے چند اشعار یہاں درج ذیل ہیں فرمایا:

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
خبر لے اے مسیحا دردِ دل کی
تیرے بیمار کا دم گھٹ رہا ہے
میرا ہر ذرہ ہو قربانِ احمد
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
میرا معشوق محبوب خدا ہے

آخر میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی.... کی ایک خواہش درج کی جاتی ہے اور زمین و آسمان گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے وہ من وعن پوری فرما دی:

"یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعوٰے ہے اور نہ مجھے کسی دعوٰے میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو"۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء)

اور آپ نے بطور پیشگوئی کے فرمایا تھا کہ

دیکھ لینا ایک دن خواہش بر آئیگی مری
میرا ہر ذرہ محمدؐ پر فدا ہو جائیگا

(از روزنامہ "الفضل" فضل عمر نمبر ۱۹۶۶ء)

انعامی مقابلہ نمبر۹

1۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادیوں کے نام لکھیں جن کی شادی یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ سے ہوئی تھی۔

2۔ "امّ رومان" اور "ابوالقاسم" کس کس کی کنیت ہے؟۔

3۔ حضرت مسیح موعود...... نے کشف میں حضرت مصلح موعود کا کونسا نام دیکھا تھا؟۔

4۔ حضرت مصلح موعود ایک مذہبی کانفرنس میں شرکت کے لئے بیرون ملک تشریف لے گئے۔ کب، کہاں اور کونسی کانفرنس میں؟۔

5۔ یہ کچھ ایئر پورٹس کے کوڈز ہیں آپ ان کے پورے نام لکھیں۔ PAR-KHI-BOM-TLV

6۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے گزشتہ سال دو ملکوں کے سربراہان حکومت کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان ملکوں اور سربراہان کے نام لکھیں۔

7۔ فروری کے رسالہ خالد میں لفظ "بنی اسرائیل" کتنی دفعہ آیا ہے؟۔

8۔ "تلسی داس" اور "رامائن" کیا ہیں؟۔

9۔ سال 1990ء کی تین اہم ترین بین الاقوامی خبریں ترتیب سے لکھیں۔ (اہم ترین خبریں اور ترتیب ہمارے پاس موجود ہے لہٰذا وہی درست سمجھی جائیں گی)

1۔ اول، دوم، سوم آنے والے کو بالترتیب /50، /30، /20 روپے انعام دیا جائیگا۔

2۔ حل موصول ہونے کی آخری تاریخ 10 مارچ ہے۔

اشک غم

کبھی اس در سے منہ موڑا نہ جائے
کبھی عہد وفا توڑا نہ جائے

غنیمت ہے بہت خار الم بھی
یہ نعمت ہے اسے کھویا نہ جائے

کر اس کی آبیاری اشکِ غم سے
گلِ عشرت کہیں کملا نہ جائے

غبار آلود ہیں اکنافِ عالم
یہ منظر اور بھی دھندلا نہ جائے

تکلم کو مرے کیا ہو گیا ہے
کہ ان کے سامنے بولا نہ جائے

یہ ممکن ہی نہیں اے رشکِ خوباں
تیرا دیوانہ پہچانا نہ جائے

جو دل پر نقش ہے وہ تیرا نقشہ
بہت کھینچوں مگر کھینچا نہ جائے

یہ انداز تبسم حشر ساماں
تجھے پھر کس طرح چاہا نہ جائے

سلیم اپنا نہیں کوئی جہاں میں
کسی کی سمت رخ موڑا نہ جائے

(محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب)

مصلح موعود کے پر شوکت اعلانات

(نوٹ: جلسہ مصلح موعود ہوشیار پور اور اس کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں، ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء کو لدھیانہ میں، اور ۱۶ اپریل ۱۹۴۴ء کو دہلی میں عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں حضرت مصلح موعود نے مصلح موعود کے ظہور کے بارہ میں تقاریر فرمائیں۔ جلسہ ہوشیار پور کی طرح ان جلسوں میں بھی حضور کی پہلی تقریر کے بعد مبلغین نے تقاریر کیں اور اس کے بعد حضور نے اختتامی خطاب فرمایا۔ حضرت مصلح موعود کی ان تقاریر کے بعض اقتباسات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں)۔ (ادارہ)

جلسہ مصلح موعود ہوشیار پور

"میں ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ اگر لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ دنیا انکار کرے اور انکار کرتی چلی جائے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ جسے خدا نے بھیجا ہے اس پر لوگ ایمان نہ لائیں مگر مبارک ہیں وہ جو لب ایمان لاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کی آواز کو سنتے اور اس پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کیونکہ جو شخص خدا کے مامور کی آواز کو سنتا ہے وہ در حقیقت خدا کی آواز کو سنتا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی آواز کو رد کرتا ہے وہ در حقیقت خدا تعالیٰ کی آواز کو رد کرتا ہے۔ پس بڑی ہی بد قسمتی ہوگی اگر لوگ ایمان نہ لائیں اور خدا کے اس مامور کو قبول نہ کریں جو خدا نے ان کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا"۔

اس کے بعد حضور اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں حضرت مسیح موعود....... نے ۱۸۸۶ء میں چلہ کشی فرمائی تھی اور قبلہ رو دوزانو بیٹھ کر دین حق کی ترقی اور اس کی شان و شوکت کے لئے پر درد دعا فرمائی۔ (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۶۰ء)

جلسہ مصلح موعود۔ لاہور

جلسہ لاہور میں سیدنا حضرت مصلح موعود نے خدائے واحد و قہار کی قسم کھا کر نہایت پر شوکت الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

"آج میں اس جلسہ میں اس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور میں نمبر ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعے دین حق دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی"۔ اسی جلسہ میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ

قرآن کریم باترجمہ پڑھنے اور پڑھانے کا انتظام کریں۔ (حضرت مصلح موعود)

لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے تنوروں میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی۔ اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو اس وقت میں تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مرجاتا۔ خدا نے ہمیں دین حق کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے۔ خدا نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے"۔ (الفضل مصلح موعود نمبر ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

اے اہل لاہور

آپ نے اپنی اختتامی تقریر میں فرمایا:-

"اے اہل لاہور! میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں اس ازلی ابدی خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے تم سب کو پیدا کیا۔ تم مت سمجھو کہ اس وقت میں بول رہا ہوں اس وقت میں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دین اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا اس کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔ جو شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل کیا جائیگا وہ رسوا کیا جائیگا وہ تباہ اور برباد کیا جائیگا۔ مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ دین حق کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد تعمیر کردیگا۔ بس ایک انسان ہوں میں آج بھی مرسکتا ہوں اور کل بھی مرسکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔..........اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ دین حق ..... مغلوب ہوگیا۔ اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ میرے ماننے والوں پر میرے انکار کرنے والے غالب آگئے تو بیشک تم سمجھ لو کہ میں ایک مفتری تھا۔ لیکن اگر یہ خبر سچی نکلی تو تم خود سوچ لو تمہارا کیا انجام ہوگا۔ کہ تم نے خدا کی آواز میری زبان سے سنی اور پھر بھی اسے قبول نہ کیا"۔ (الفضل مصلح موعود نمبر ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

جلسہ مصلح موعود لدھیانہ

جلسہ لدھیانہ کے موقع پر اہل لدھیانہ نے سخت مخالفت کی۔ جلسہ کو رکوانے کے لئے مظاہرے کئے گئے۔ نیز جلسہ کو درہم برہم کرنے اور ناکام کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ اس موقع پر حضور نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

اس وقت جلسہ میں لدھیانہ کے لوگ غالباً بہت کم ہوں گے۔ زیادہ تر بیرونی لوگ ہیں۔ لیکن اگر یہاں ایک بھی لدھیانہ کا شخص ہے تو میں اس کے ذریعہ اہل لدھیانہ کو پیغام دیتا ہوں کہ اے لدھیانہ کے لوگو! تم نے میری مخالفت کی اور میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ تم نے میری موت کی خواہش کی مگر میں تمہاری زندگی کا خواہاں ہوں کیونکہ میرے سامنے میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے۔ آپ جب طائف میں تبلیغ کے لئے گئے تو شہر کے لوگوں نے آپ کو پتھر مارے اور لہولہان کر کے شہر سے نکال دیا۔ آپ زخمی ہو کر واپس آرہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا اگر آپ فرمائیں تو اس شہر کو الٹا کر رکھ دوں مگر میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میرے ماں باپ، میری جان، میرے جسم اور روح کا ذرہ ذرہ آپ پر قربان، ہو فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ لوگ ناواقف تھے، نادان تھے،

اس لئے انہوں نے مجھے تکلیف دی۔ اگر یہ لوگ تباہ کر دئے گئے تو ایمان کون لائے گا؟۔

سوائے اہل لدھیانہ! جنہوں نے میری موت کی تمنا کی میں تمہارے لئے زندگی کا پیغام لایا ہوں۔ ابدی زندگی اور دائمی زندگی کا پیغام۔ ایسی ابدی زندگی کا پیغام جس کے بعد فنا نہیں اور کوئی موت نہیں۔ میں تمہارے لئے خدا کی رضا کا پیغام لایا ہوں جسے حاصل کرنے کے بعد انسان کے لئے کوئی دکھ نہیں رہتا اور مجھے یقین ہے کہ آج کی مخالفت کل دلوں کو ضرور کھولے گی۔ اور دنیا دیکھے گی کہ یہ شہر انشاء اللہ تعالیٰ خدا کے نور سے منور ہوگا اور میرے کام میں میرا ممدو معاون بنے گا۔ میں خدا تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں اور اس کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ ایسا ضرور ہو کر رہے گا"۔ (الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۹ء)

جلسہ مصلح موعود دھلی

اس موقع پر سیدنا المصلح الموعود نے دنیائے اسلام کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی جس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں اور جو مصلح موعود کے متعلق ہے اس میں ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پر کیا جائے گا اور یہ ایسی واضح علامت ہے کہ اسے بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ میں، جسے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے چاہیں اور جتنی تفسیروں سے چاہیں مدد لے لیں مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح حاصل ہوگی"۔ (رسالہ "الفرقان" قادیان اپریل ۱۹۴۴ء)

نیز فرمایا:۔

"میں دعوی کرتا ہوں کہ بیشک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں مگر دنیا تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے"۔

پھر آپ نے جماعت احمدیہ کے ذریعہ غلبہ دین حق کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میں خدا سے خبر پا کر اعلان کرتا ہوں کہ وہ پیشگوئی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود......نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمایا تھا پوری ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے اطلاع دی کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق میں ہی ہوں۔ میں اس خدائے واحد لاشریک لہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ یہ رؤیا جس کا ذکر میں نے کیا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے میں نے خود نہیں سنایا۔ اگر میں اس بیان میں سچا ہوں اور آسمان و زمین کا خدا شاہد ہے کہ میں سچا ہوں تو یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایک دن میرے اور میرے شاگردوں کے ذریعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ساری دنیا پڑھے گی اور ایک دن آئے گا جب ساری دنیا پر اسی بلکہ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ اسلام کی حکومت قائم ہوجائے گی جیسا کہ پہلی صدیوں میں ہوئی تھی"۔ (رسالہ "الفرقان" قادیان اپریل ۱۹۴۴ء)

صحیح حل نمبر 7

1۔ حضرت عبداللہؓ ذوالبجادین
2۔ حضرت علیؓ سسر تھے اور حضرت عمرؓ داماد تھے۔
3۔ حضرت عبیداللہ صاحب بسمل۔
4۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد۔
5۔ مکڑی۔ گدھا۔ بندر۔ ہاتھی۔ شہد کی مکھی۔ دنبہ۔ بکری۔ مچھلی۔ سانپ۔ کوا۔ خچر۔ گھوڑا۔ مچھر۔ مکھی۔ کتا۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ شیر۔ گائے۔ سور۔ ہد ہد۔ ابابیل۔ چیونٹی۔ بٹیر۔ بچھڑا۔ بھیڑیا۔ سانڈ۔ ٹڈیاں۔ مینڈک۔ جوئیں
6۔ بشارت
7۔ لاہور۔ پیغام صلح۔ اللہ میرے پیارے اللہ
8۔ الفضل
9۔ 128
10۔ ڈیم میں پانی جمع کیا جاتا ہے بجلی بنانے کے لئے جب کہ بیراج کا پانی نہروں کی صورت میں نکالا جاتا ہے۔

مصلح موعود کے ساتھ اپنی بعض یادیں

مکرم پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب

گزاریں تمہیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہیں کی یاد میری زندگی ہے

(۱) ۱۹۴۳ء گرما کا موسم تھا کہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ مع اہل وعیال قادیان سے ڈلہوزی پہاڑ کے صحت افزاء مقام پر تشریف لے گئے اپنے دو بچوں کو میٹرک کی تیاری کروانے کیلئے خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس سے دو تین ماہ قبل حضور نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ تم انڈین نیوی میں ملازمت کیلئے درخواست دے دو خاکسار نے تعمیل کی۔ کمشنر صاحب لاہور ڈویژن کے دفتر میں درخواست دہندگان کا انٹرویو ہونا تھا۔ ڈیڑھ صد کے قریب امیدواران وہاں جمع تھے۔ قریباً سبھی مجھ سے زیادہ صحت مند و توانا نظر آتے تھے مجھے بظاہر کامیابی کی اتنی امید نہ تھی۔ صرف اپنے پیارے امام کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ صرف دس بارہ کے قریب امیدواران کا انتخاب ہونا تھا۔ نتیجہ کا اعلان ہوا تو کامیاب ہونے والوں میں خاکسار بھی شامل تھا۔ مجھ سے انٹرویو میں یہ دریافت کیا گیا کہ کیا تم نے (ٹریگنو میٹری) پڑھی ہوئی ہے؟ میرا جواب مثبت میں تھا۔ کیونکہ انٹر میڈیٹ میں میرا ایک مضمون ریاضی تھا جس میں ٹریگنو میٹری شامل تھی۔ شاید اسی بنا پر مجھے لے لیا گیا۔ اس کے بعد ہمیں (C M H) لاہور میڈیکل ٹسٹ کے لئے لیجایا گیا۔ میڈیکل ٹسٹ میں ڈاکٹروں نے کہا کہ تمہارے دل میں کچھ (MURNUSS SYSTOLIC) ہیں۔ ان کا علاج کروا کے ۳ ماہ بعد پھر آ کے میڈیکل ٹسٹ کرواؤ۔ میں نے کہا کہ جناب مجھے دل وغیرہ کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں مگر ڈاکٹر صاحبان اپنی ضد پر مصر تھے۔ ناچار مجھے قادیان واپس آنا پڑا۔ اس کے معاً بعد جیسا کہ شروع میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ خاکسار کو حضرت مصلح موعود کے سفر ڈلہوزی صحت افزاء مقام میں ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (ہمارے موجودہ امام عالی مقام) اور صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی تعلیم میرے سپرد ہو گئی۔ ڈلہوزی میں حضرت مصلح موعود نے حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ کو تاکید کی کہ صبح کے ناشتہ میں ایک نیم برشت انڈا۔ مکھن اور بعض اور چیزیں روزانہ خاکسار کو ملیں تا کہ اگلے میڈیکل ٹسٹ میں میں کامیاب ہو جاؤں۔ ادھر مکرم و محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب کو حضور نے تاکید کی کہ آپ بشارت کو زیر علاج رکھیں۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اگلے میڈیکل ٹیسٹ میں اس کے دل کا کوئی عارضہ ثابت نہ ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے اب بحثیت میرے معالج کے مجھے

حکم دیا کہ تم نے زیادہ سے زیادہ چارپائی پر ہی آرام کرنا ہے پہاڑیوں پر نہیں چڑھنا نہ ہی سیریں کرنی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ حکم میرے لئے بڑا ہی گراں تھا۔ کیونکہ ڈلہوزی کی پہاڑیوں کے گرد گرد (ROUNDS) پر لمبی لمبی سیریں کرنے کی پر لطف عادت ہو چکی تھی۔ صاحبزادگان کے ساتھ ان سیروں میں خوب خوش گپیاں ہوتیں۔ اب ڈاکٹر صاحب کے حکم سے خاکسار بڑا ہی دل برداشتہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب سے بڑی بحث کی۔ مکرم درد صاحب جو خاکسار پر بڑی شفقت رکھتے تھے سفارش کروائی مگر ڈاکٹر صاحب اپنے حکم پر مصر تھے۔ میں نے سوچا کہ اب صرف ایک ہی راہ باقی ہے کہ حضرت مصلح موعود اس حکم کو منسوخ کردیں۔ حضرت مصلح موعود شام ۳ اور ۴ بجے کے درمیان اپنی کوٹھی امرولا سے سیر کیلئے باہر تشریف لاتے۔ ہم بعض خدام کوٹھی سے باہر حضور کا استقبال کرتے پھر حضور کی معیت میں سیر کیلئے چل پڑتے سیر میں خاکسار حضور سے علمی سوال کرتا چلا جاتا اور حضور جواب دیتے۔ بڑا ہی مزہ آتا۔

ڈاکٹر صاحب کے حکم کے بعد خاکسار شام ۳ بجے کوٹھی امرولا کے باہر جا کھڑا ہوا۔ حضور کی پیشوائی کیلئے اس دن وہاں کوئی اور دوست نہ پہنچے۔ صرف خاکسار اکیلا ہی حاضر تھا۔ حضرت مصلح موعود جب تشریف لائے خاکسار ساتھ چل پڑا۔ دو تین قدم چل کر خاکسار سڑک کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس پر حضرت مصلح موعود بہت حیران سے ہوئے کہ یہ میرے ساتھ ایک ہی ہے اور اتنا بے ادب کہ دو قدم چل کر بیٹھ گیا ہے فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے؟ بیٹھ کیوں گئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے علاج کے لئے ڈاکٹر صاحب کے سپرد کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا حکم ہے کہ بس چارپائی پر ہی لیٹے رہو۔ اس پر حضرت مصلح موعود فرمانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب بالکل غلط کہتے ہیں۔ اب میری ہدایت تمہیں یہ ہے کہ سامنے کی پہاڑی کے دو چکر صبح اور دو چکر شام کو تم نے دوڑ کر لگانے ہیں۔ لیٹنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب چلو میرے ساتھ خاکسار کو اور بھلا کیا چاہیئے تھا۔ اسی قسم کے حکم کے حصول کیلئے ہی خاکسار نے یہ حیلہ کیا تھا اب تو خاکسار تمام سیروں میں حضور کے ساتھ رہتا۔ ڈاکٹر صاحب کو مطلع کر دیا کہ حضور نے آپ کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ ان سیروں میں بڑا ہی لطف آتا ایک دفعہ حضور کے پاؤں میں کوئی تکلیف تھی اور حضور ڈانڈی میں بیٹھ کر جا رہے تھے اس سیر میں حضور کے ساتھ صرف یہ خاکسار ہی شامل تھا۔ ایک سیر میں عاد اور ثمود اقوام کا تذکرہ چل پڑا۔ خاکسار نے اس وقت نکلسن ھسٹری آف دی ایریبز اور ھٹی کی ضخیم ھسٹری آف دی ایریبز پڑھی ہوئی تھیں۔ اول الذکر کتاب تو قریباً قریباً مجھے زبانی یاد تھی۔ خاکسار نے ان دونوں کتب کے بیانات حضور کو سنانے شروع کئے۔ بہت خوش ہوئے فرمایا قادیان واپسی پر تم سے اس سلسلہ میں مزید ریسرچ کرواؤنگا۔

(۲) ڈلہوزی کے قیام کے دوران ریاست چنبہ کی طرف سے حضرت مصلح موعود کو دعوت موصول ہوئی کہ حضور۔ ریاست چنبہ کو اپنی (STATE VISIT) سے مشرف کریں۔ اس سفر میں حضرت مصلح موعود کے ساتھ صرف تین اور ساتھی تھے۔ مکرم درد صاحب، پرائیویٹ سیکرٹری صاحب، مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بطور طبی مشیر اور یہ خاکسار۔ اخراجات کا حساب رکھنے کیلئے ازاوج میں سے صرف حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ ساتھ تھیں۔ صاحبزادگان میں سے صرف میاں طاہر احمد صاحب اور میاں انور احمد صاحب (صرف دو) لئے گئے تھے۔ چنبہ کے سفر میں دریائے راوی کے کنارے راجہ صاحب کے محل میں ہمارا قیام تھا کہ وہیں جمعہ آگیا۔ حضرت مصلح موعود نے ہمیں

وہیں جمعہ پڑھایا اور مجھے حکم ہوا کہ حضور کا خطبہ لکھتا جاؤں میں حضور کا خطبہ (TELEGRAPHIC NOTES) کی صورت میں تیزی سے لکھتا چلا گیا۔ مگر اس قسم کے نوٹس کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ فوراً ہی انسان انہیں فیئر اور خوشخط کر کے تفصیل سے لکھ لے تازہ سنا ہوا یاد رہتا ہے۔ تحریری اشارے اور ادھورے جملے سامنے موجود ہوتے ہیں۔ اگر میں اس خطبہ کو فوراً ہی صاف کر کے لکھ لیتا تو من وعن خطبہ لکھا جاتا تھا۔ لیکن سفر کی مصروفیات اور کچھ اپنی سستی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ یہی خیال تھا کہ ڈلہوزی واپس آ کر فیئر کر کے لکھ لوں گا۔ اس خطبہ میں حضرت مصلح موعود نے اٹلی کے ڈکٹیٹر سائیز مسولینی کیساتھ تفصیل سے اپنی ملاقات کا حال بیان فرمایا تھا ڈلہوزی واپس آکر حضرت مصلح موعود نے مجھے حکم دیا کہ میرا خطبہ فیئر کر کے پیش کرو۔ سات آٹھ دن گزرنے کی وجہ سے اب خاکسار کماحقہ اس خطبہ کو فیئر نہ کر سکا۔ ناچار جس طرح بھی لکھ سکا۔ لکھکر پیش کر دیا۔ اسے دیکھ کر حضرت مصلح موعود بڑے ناراض ہوئے فرمایا کہ تم نے تو واقعات کو ہی مسخ کر دیا ہے۔ اس کے بعد جو جمعہ آیا تو مولنا ابوالمنیر نورالحق صاحب کو حکم ہوا کہ خطبہ لکھیں۔ انہوں نے خطبہ لکھا اور جب فیئر کر کے پیش کیا تو حضور نے اسے بھی رد کر دیا کہ میرا مضمون ہی بدل دیا ہے۔ اس پر حضرت مصلح موعود نے الفضل کے ایڈیٹر مکرم خواجہ غلام نبی صاحب کو حکم بھیجا کہ ہر جمعہ وہ ڈلہوزی آکر خود خطبہ لکھا کریں۔

(۳) دو اڑھائی ماہ کے بعد اب حضور نے واپس قادیان واپس تشریف لانا تھی۔ لیکن واپسی کے سفر سے ذرا پہلے ڈلہوزی میں حضرت مصلح موعود کی مجلس میں وٹامنز کی افادیت پر بحث چل نکلی۔ کہ وٹامن A کی افادیت یہ ہے۔ وٹامن D خون پیدا کرتا ہے وغیرہ وغیرہ حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ انسان متوازن غذا کھائے اور اسے ھضم کرے۔ اور سب وٹامنز غذا سے ہی حاصل کرے پھر میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہاں اس بشارت کیلئے وٹامنز کی گولیوں کی شاید ضرورت ہو۔ گزشتہ تین مہینوں میں، میں نے بڑی ہی کوشش کی کہ ذرا جسم پر گوشت چڑھا لے مگر اس کے کلّے پچکے کے پچکے ہی رہے۔

(۴) قیام ڈلہوزی میں قادیان میں کھانڈ (چینی) کی بڑی ہی قلت تھی اور راشن بندی تھی۔ ہمارے استاد مکرم علی محمد صاحب ان دنوں ناظر امور عامہ تھے اور چینی کی راشن بندی کے نگران تھے۔ الفضل میں ان کی ایک نظم شائع ہوئی جس کا اس وقت مجھے صرف ایک مصرعہ یاد ہے کہ

ہم نے بھی کر دیا احباب کا راشن زیادہ

ڈلہوزی میں چینی کی قلت نہ تھی۔ ایک سیر روزانہ فی کس کے حساب سے مل سکتی تھی۔ حضرت مصلح موعود نے خاکسار کی ڈیوٹی لگائی کہ سب لڑکوں کو (یعنی حضور کے صاحبزادگان کو) ساتھ لے کر تم روزانہ آٹھ دس سیر چینی لایا کرو تاکہ ڈلہوزی میں ہمیں کوئی قلت محسوس نہ ہو میں نے اس کام کیلئے ایک وقت مقرر کیا اور سب صاحبزادگان کو کہا کہ اس وقت میرے ساتھ چلا کریں۔ مگر سوائے میرے اپنے دو شاگردوں کے (صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب) باقی مجھے جل دے جاتے۔ بس روزانہ تین چار ہی ہم ہوتے اور تین چار سیر چینی روزانہ لاتے۔ مگر حضور کے ساتھ قافلہ بہت بڑا تھا۔ جس کی وجہ سے چینی کی قلت پیدا ہو جاتی۔ اس پر حضرت مصلح موعود مجھ سے جواب طلبی کرتے اب میں بڑا مجبور تھا۔ صاحبزادگان کی شکایت میں نہیں کرنا چاہتا تھا اور ادھر حضور کی اکثر خفگی سہنی پڑتی۔ ایک دن مجلس میں چینی کی قلت کا تذکرہ ہوا تو حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ قادیان میں تو چینی کی

بڑی قلت ہے۔ مگر ہمیں یہاں تو کمی نہیں ہونی چاہیئے۔ بشارت کی میں نے ڈیوٹی لگائی ہے کہ لڑکوں کو ساتھ لیکر روزانہ نو دس سیر چینی لے آیا کرے۔ شاید یہ چینی اپنے ٹرنک میں بھر کر اپنے گھر قادیان بھیج دیتا ہے اور یہاں چینی کی قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضور کے یہ ریمارکس تو (LIGHTE MOOD) میں تھے مگر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ قریب تھا کہ میں صاحبزادگان کی شکایت کر دیتا۔ مگر پھر ضبط کیا۔ پھر میں نے سوچا کہ حضرت مصلح موعود جو روزانہ مجھ سے جواب طلبی کرتے ہیں اور کچھ خفگی کا اظہار کرتے ہیں یہ سلسلہ بھی تو بند ہونا چاہیئے۔ اس پر میں نے ایک حیلہ سوچا اور وہ یہ کہ ایک دن مجلس میں جب حضور تشریف لائے تو عرض کیا کہ آج ہماری بڑی بحث یا کج بحثی ہوئی مگر آخر کار ہم ایک قطعی فیصلہ پر پہنچ ہی گئے۔ فرمایا کس امر پر بحث ہوئی؟ میں نے کہا کہ اس امر پر بحث ہوئی کہ سارے قافلہ میں سے وہ کون ہے جس کی دلجوئی کرنے کا حضور کو سب سے زیادہ بڑھکر فکر رہتا ہے؟ مسکرائے اور فرمایا۔ پھر کیا فیصلہ ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور متفقہ طور پر طے ہوا کہ وہ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب ہی ہیں۔ فرمایا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ چینی کی قلت کی وجہ سے حضور روز ہی جواب طلبی کرتے ہیں، ہمیں خیال آیا کہ حضور چینی کی قلت کو اس وجہ سے زیادہ محسوس کرتے ہیں کہ اپنا ایک ارادہ پورا نہیں کر پاتے۔ فرمایا وہ کونسا ارادہ؟ عرض کیا کہ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کو حلوہ کھلانے کا۔ فرمانے لگے یہ خیال تمہیں آپ ہی نہیں سکتا۔ مولوی نورالحق صاحب نے ہی یہ ساری پٹی تمہیں پڑھائی ہے خیر اس طرح ہنسی خوشی کے ماحول میں باتیں ہوتی رہیں۔ اگلے دن گیارہ بجے کے قریب حضرت مصلح موعود نے امرولا سے نادر زینت (انگریزی میں NADIR ZENITH) (یہ وہ کوٹھی تھی جس میں امرولا سے ذرا اوپر کی طرف ہم سب حضور کے قافلے کے سب افراد مقیم تھے) میں پیغام بھیجا کہ بشارت اور مولوی نورالحق فوراً نیچے آجائیں۔ ہم امرولا گئے تو ہمیں باورچی خانے سے ملحق ایک کمرے میں بیٹھنے کا ارشاد ہوا۔ اتنے میں ساتھ والے باورچی خانے سے ہمیں حضرت مصلح موعود اور سیدہ ام طاہر صاحبہ کے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز آئی ہماری جان میں جان آئی کہ کسی فکر کی بات نہیں۔ خیر ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ حضرت مصلح موعود ایک کنالی یا ایک گول پرات حلوہ سے بھری ہوئی لا رہے ہیں۔ لا کر ہمارے سامنے رکھ دی فرمانے لگے۔ اب کھاؤ یہ حلوہ جتنا کھا سکتے ہو۔ اسی کی خاطر تم نے حیلہ کیا تھا۔ اب کیا تھا حضور کا حکم بہت ہی لذت بخش تھا۔ ہماری تو پانچوں گھی میں تھیں سیر ہو کر خوب حلوہ کا مزہ لیا۔ رہ رہ کر حضور کی شفقت کا خیال آتا جو ہم دونوں پر تھی۔

(۵) اب ڈلہوزی کے قیام کا ایک اور واقعہ پیش ہے ایک دن خاکسار، مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب اور صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب سیر کرتے ہوئے ڈلہوزی کے ایک راونڈ پر جا رہے تھے کہ سامنے دیکھا کہ فرقہ رادھا سوامی کے گورو سردار ساون سنگھ صاحب اپنے فرقہ کی گرنتھ کا درس دے رہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہم بھی یہ درس سنیں تا معلوم ہو کہ یہ فرقہ کیا ہے؟ اس کے کیا عقائد ہیں ہم بھی مکان کے اندر چلے گئے اور ان کا درس سننے لگے۔ درس کے دوران گورو صاحب نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال کئے کیونکہ بائبل میں انبیاء کے متعلق کئی نامناسب باتیں پائی جاتی ہیں اور غیر مذہب والے ان سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس پر خاکسار کھڑا ہو گیا اور گورو صاحب کو کہا کہ خاکسار کچھ کہنا چاہتا ہے اس پر انہوں نے فرمایا کہ درس کے بعد آپ بات کر سکتے ہیں۔

درس کے بعد خاکسار نے ان کی اجازت سے یہ کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام خدا کے ایک مقدس رسول تھے۔ ان کے بارے میں اس رنگ میں ذکر مناسب نہیں تھا۔ اس پر گورو صاحب کہنے لگے کہ تم کس حیثیت سے اعتراض کر رہے ہو۔ پھر کہنے لگے کہ "تو اندر گیاں وں؟" یعنی کیا تم اندر گئے ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ کیا تم کشف وغیرہ کا روحانی تجربہ رکھتے ہو۔ لیکن ان کی اس خاص اصطلاح سے خاکسار قطعاً ناواقف تھا۔ میں حیران ہو کر ان کے کمروں کی طرف نظر ڈالکر پوچھا۔ "کیہڑے اندر؟" اس پر گورو صاحب برافروختہ ہو گئے کہ تم مذاق کر رہے ہو؟ تم میرے ساتھ کیسے بات کر سکتے ہو۔ پھر کہا کہ کیا تمہارا خدا تعالیٰ سے تعلق ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے اس پر گورو صاحب کہنے لگے کہ بس بیٹھ جاؤ۔ میں مرزا صاحب کے پاس تمہاری رپورٹ کرونگا۔ اس کے بعد مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے اٹھ کر کچھ کہا تو گورو صاحب نے کہا تم کون ہو۔ کیا تم نے تارا دیکھا ہے ابراہیم نے تو تارا دیکھا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ میں تو روز ہی رات کو تارے دیکھتا ہوں۔ اس پر گورو صاحب پھر ناراض ہو کر کہنے لگے۔ تم بھی مذاق کرتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ اس پر صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ گورو صاحب! آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مذہب میں (یعنی رادھا سومی فرقہ کا مذہب) کے علاوہ دنیا کا کوئی اور مذہب ہمیں روحانیت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ روحانیت صرف ہمارے پاس ہی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ وہ کامل روحانیت کا راستہ دکھاتا ہے۔ گورو صاحب نے انہیں بھی کچھ کہنے کی اجازت نہ دی اور ہم اس مجلس سے اٹھ کر آ گئے۔

اگلے دن جمعہ تھا۔ ہمیں یہ خیال نہیں تھا گورو صاحب سچ مچ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ہماری شکایت کریں گے۔ پتہ اس وقت لگا جب حضور نے ہم تینوں پر خطبہ میں ناراضگی کا اظہار شروع کر دیا فرمایا یہ ان کا مذھبی درس تھا۔ ان کا کیا حق تھا کہ وہ ان کی محفل میں جا کر اعتراضات کرتے وہ کوئی پبلک جلسہ تو نہیں تھا۔ ہم تینوں سر جھکائے سخت نادم ہو رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا کہ ہم سے یہ حرکت سرزد ہوئی کہ حضور سخت ناراض ہو گئے ہیں۔ جمعہ ختم ہوا تو مولوی ابوالمنیر صاحب مجھے کان میں کچھ کہنے لگے کہ بشارت صاحب یہ تو خطبہ جمعہ تھا اب دیکھنا کہ ہمارا کیا حال ہوتا ہے بس تیار ہو جاؤ۔ میں نے انہیں کہا کہ حضور نے سب سے پہلے آپ کی طرف رخ کرنا ہے بس آپ اس وقت حضور کا رخ میری طرف کر دیں۔ اتنے میں حضور نے فوراً ہی مولوی نور الحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آخر آپ کو ہو کیا گیا تھا کہ آپ ان کے درس میں مخل ہوئے مولوی صاحب نے کہا کہ حضور۔ یہ بشارت صاحب آپ کو ساری بات سنا دیں گے۔ اس پر حضور نے خاکسار کو کہا کہ اچھا تم بتاؤ۔ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے سوچا تھا کہ ہم سے بڑی فاش غلطی ہوئی ہے۔ گورو صاحب نے ہمیں بولنے کی خود اجازت دی تھی مگر حضور تو ہمارے وہاں جا کر بولنے کی اجازت طلب کرنے پر خفا ہو رہے ہیں۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ کوئی ایسی بات کی جائے جو حضور کی ناراضگی کے (MOOD) کو بدل دے ورنہ کیا معلوم اب ہمیں کیا سزا ملتی ہے۔ حضور کے ارشاد پر خاکسار نے عرض کیا کہ حضور ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جو سزا بھی حضور تجویز کریں ہم اس کے مستحق ہیں لیکن ایک دفعہ حضور سارا ماجرا سن لیں۔ فرمایا اچھا اپنا ماجرا سنا لو کیا ماجرا ہوا تھا؟ میں نے اب من وعن سارا واقعہ سنانا شروع کر دیا جب میں نے یہ بیان کیا کہ مجھ سے پوچھا تھا۔

"تسوں اندر گیاں وِیں" تو میں نے ان کے کمروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور کہا کہ کیہڑے اندر۔ اس پر حضور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پھر فرمانے لگے یہ ان کا خاص محاورہ ہے ان کی مراد یہ تھی کہ کشف وغیرہ کا تمہیں تجربہ ہے۔ اب میرا مطلب حل ہو چکا تھا۔ میں صرف حضور کا (MOOD) بدلنا چاہتا تھا۔ میں نے پھر کہا کہ حضور ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی ہے۔ ہم ہر سزا کے مستحق ہیں۔ فرمانے لگے کہ بس آئندہ کیلئے اقرار کرو کہ پھر تو ایسی حرکت نہیں کرو گے۔ میں نے اقرار کیا۔ فرمانے لگے کہ ان کا کوئی نوجوان میرے درس میں آکر اعتراضات کرنے لگے تو بتاؤ تمہارا ردّ عمل کیا ہو گا خاکسار نے عرض کیا کہ حضور آئندہ ایسی غلطی انشاء اللہ نہیں ہو گی۔ اس پر حضور نے ہمیں رادھاسومی مذھب کی تفصیل بتانی شروع کی کہ ان کا دعوٰی یہ ہے اور طریق کار یہ ہے۔ حضور نے اس پر کچھ گفتگو فرمائی اور پھر تشریف لے گئے۔

(۶) ۱۹۴۳ء میں ڈلہوزی جانے سے قبل حضرت مصلح موعود نے البیت الاقصیٰ قادیان میں ایک خطبہ فرمایا کہ سفر میں روزہ تو منع ہے۔ لیکن دونوں طرف سے ایک روزہ کے اندر آجانے والے سفر کے بارہ میں میرا اجتہاد ہے کہ ہو سکتا ہے۔ حضور نے سفر میں روزہ اور روزے میں سفر کی کیفیات پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اس کے بعد ڈلہوزی پہاڑی پر حضور تشریف لے گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی اس گرما میں وہیں تشریف لے گئے تھے اس قیام کے دوران حضور نے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اور بعض بیگمات نے چند روز کیلئے قادیان جانا تھا۔ اس سفر کے ایک دن پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ آپ کا کیا خیال ہے کل سفر میں مجھے روزہ رکھنا چاہیئے یا کہ نہیں ہم نے نو دس بجے یہاں سے چلنا ہے۔ شام ۳-۴ بجے قادیان پہنچ جائیں گے میں نے عرض کیا کہ حضور کے قادیان کے خطبہ کے مطابق تو یہ سفر دونوں طرف سے تو روزہ کے اندر ہو گا اس لئے آپ روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے روزہ رکھ لیا۔ اور اسی حالت میں حضرت مصلح موعود کے ساتھ قادیان روانہ ہو گئے حضور نے پٹھانکوٹ پہنچ کر وہاں ایک سایہ دار جگہ میں دوپہر کا کھانا کھانے اور نمازیں جمع کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب کھانا شروع ہوا تو حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب نے ذرا پرے جا کر ٹہلنا شروع کیا۔ اس پر حضرت مصلح موعود نے انہیں پکارا کہ "میاں بشیر آپ آکر کھانا کیوں نہیں کھاتے"۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں نے روزہ رکھا ہوا ہے فرمایا۔ سفر میں روزہ کیا؟ میں نے کہا کہ آپ ہی نے تو ڈیڑھ ماہ ہوا کہا تھا کہ روزہ کے اندر سفر ہو سکتا ہے اور روزہ رکھا جا سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود نے فرمایا ادھر آؤ روزہ توڑ دو۔ اور کھانا کھاؤ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ جہاں انسان مقیم ہو روزہ کے اندر سفر شروع کر کے افطاری سے قبل وہیں واپس پہنچ جانا ہو تو روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے روزہ چھوڑ دیا اور حضور کے حکم کی تعمیل کی۔

(۷) ڈلہوزی میں حضرت مصلح موعود نے اپنے درس قرآن کریم میں علامہ ابن جنی کا ذکر کیا۔ ابن جنی کا ذکر ہو رہا تھا کہ جناب ملک صلاح الدین صاحب نے جو اس وقت پرائیویٹ سیکرٹری تھے درس میں ہی آکر بلند آواز سے حضور سے شکایت کی کہ حضور یہ میاں حنیف احمد صاحب باز نہیں آتے۔ درختوں پر چڑھتے ہیں۔ ڈر ہے کہ کہیں گر نہ جائیں اور چوٹیں آئیں۔ حضرت مصلح موعود نے جو اس وقت علامہ ابن جنی کا ذکر فرما رہے تھے۔ بس

صرف مسکرا کر اتنا فرمایا کہ یہ (میاں حنیف احمد) بھی جنی ہے۔ یہ مذکورہ بالا واقعہ ۴۳ کا نہیں بلکہ اگلے سال ۴۴ کا ہے۔

(۸) چنبہ کے سفر سے حضور واپس ڈلہوزی آرہے تھے بکروٹا راونڈ پر اس وقت حضور کی معیت میں صرف یہ خاکسار ہی تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ چند کشمیری احباب اخروٹ بیچ رہے ہیں۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو حضور نے فوراً فرمایا تم اخروٹ لینا چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں لے لیتا ہوں اس پر حضور نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اٹھنیوں چونیوں اور دیگر سکوں کی مٹھی بھر رقم میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں نے اخروٹ والوں سے ان کے پاس جا کر اخروٹ لئے اخروٹ لینے کے بعد میں نے وہیں ایک پتھر پر اخروٹ توڑے اور گریاں حضور کے سامنے پیش کیں اس پر خفگی کے لہجے میں فرمایا۔ راستوں میں نہیں کھایا کرتے۔ جیب میں رکھ لو۔

(۹) ڈلہوزی سے دس گیارہ میل پر یا شاید کچھ کم فاصلے پر ایک خوبصورت میدان پہاڑوں سے گھرا ہوا کھجار کہلاتا ہے۔ میدان کے درمیان میں ایک چھوٹی سی جھیل سی ہے جس کے اندر ایک گول چھوٹا سا جزیرہ سا تیرتا پھرتا ہے۔ایک ڈاک بنگلہ بھی سیاحت کرنے والوں کیلئے ریاست چنبہ نے بنایا ہوا ہے۔ چنبہ جاتے ہوئے حضور نے وہاں قیام کیا کہ رات یہیں رہیں گے کل صبح چنبے کی طرف روانہ ہوں گے۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ خانساماں کو رات کا کھانا تیار کرنے کا آڈر دے آؤ۔ خاکسار نے تعمیل کی۔ خانساماں سے جا کر بات کی۔ اس نے کھانے گنوانے شروع کیئے اور میں نے اسے کہا کہ بس یہ چیزیں مناسب ہوں گی۔ میں نے کہا کہ سویٹ (میٹھی) ڈش کیا ہوگی۔ خانساماں جو ان پڑھ تھا کہنے لگا کہ ایک ڈش پوٹین کی بناویں گے۔ اصل لفظ (PUDDING) پڈنگ ہے۔ میں دو سال M A کے زمانہ میں گورنمنٹ کالج کے نیو ہاسٹل میں اور چار سال احمدیہ ہوسٹل لاہور میں رہ چکا تھا۔ وہاں باورچیوں اور کچن کے دیگر ملازمین کو پوٹین کا لفظ بولتے ہوئے ہی سنا ہوا تھا۔ مجھے اس وقت معلوم نہ تھا کہ پوٹین شیشے جوڑنے والے مصالحہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ ان پڑھ لوگ پڈنگ کو بگاڑ کر پوٹین کہہ رہے ہیں۔ خیر میں نے مینو لکھ کر حضور کی خدمت میں منظوری کیلئے پیش کیا اور آخر میں پوٹین لکھ دیا۔ مینو کو دیکھ کر حضور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ مکرم درد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ دیکھیں یہ بشارت ہمیں شیشے جوڑنے والی پوٹین کھلانا چاہتا ہے۔ اصل بات تو یہ تھی کہ پڈنگ کا تو مجھے علم تھا۔ مگر پوٹین کے لفظ کو میں کوئی مخصوص اصطلاح سمجھ رہا تھا۔ یہ علم نہ تھا کہ یہ لوگ پڈنگ کی بجائے بگاڑ کر پوٹین کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور دوسرے کمرے میں گئے اور حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ اور دونوں صاحبزادوں طاھر اور انور کو بھی میرا یہ لطیفہ سنایا۔

(۱۰) دیا نند کی چوٹی پر حضور ایک دفعہ مع تمام اہل خانہ اور دیگر رفقاء پکنک منانے کیلئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک جگہ لکڑ منڈی آتی ہے وہاں کچھ دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ میں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ ایک چھوٹی سی ھشت دری کھلے کمرہ کی دیوار پر میں نے لکھا ہوا دیکھا ماسٹر عبدالکریم ٹیلر ماسٹر قادیان یا شاید کوئی اور نام تھا۔ اس پر میں نے کہا حضور یہ کسی احمدی نے اپنا نام یہاں لکھا ہوا ہے۔ حضور فرمانے لگے تم یہ نام پڑھ کر خوش ہوئے ہو کہ اتنی دور دراز جگہ پر ایک احمدی نے نام لکھا ہوا ہے حالانکہ یہ تو بہت ہی بری عادت ہے۔ جس شخص نے یہاں اپنا نام لکھا ہے اس نے یقیناً قادیان کے مینار پر بھی لکھا ہو گا۔ یہ

تو بہت بری عادت ہے۔

(۱۱) ایک دفعہ حضور نے آٹھ افراد کی ایک پارٹی پر خاکسار کو امیر بنا کر کجھار جا کر پکنک منانے کیلئے مقرر کیا۔ اخراجات کیلئے ۱۰۰ روپے دئے ۶۰ روپے پکنک کے اخراجات۔ کھانے پینے وغیرہ کیلئے۔ ۲۰ روپے بطور ایمر جنسی اخراجات اور ۲۰ روپے شیر سنگھ، امر سنگھ ریاست چنبہ کے شہزادوں کی دعوت کیلئے کہ انہوں نے بھی کجھار آنا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اصول یہ ہے کہ بڑی پارٹی چھوٹی پارٹی کی مہمان نوازی کرتی ہے اور میزبان بنتی ہے۔ کجھار ریاست چنبہ میں ہے۔ میری ہدایت یہ ہے کہ تم نے ہی ان کی میزبانی کرنی ہوگی۔ وہ تمہیں مجبور کریں گے مگر تم نے ان کی بات نہیں ماننی۔ جب ہم تین دن ان کے قیام کے بعد کجھار سے واپس ہوئے تو کجھار میں ایک بونا رہتا تھا عمر ۵۰۔۶۰ سال تھی قد بس ایک ڈیڑھ فٹ ہی تھا وہ بخسیس بخسیس کرتا ہوا میرے پیچھے لگ گیا۔ میرے پاس صرف دس کے نوٹ ہی تھے میں نے پوچھا کہ کسی کے پاس اگر روپے روپے کے نوٹ ہوں تو بتائیں۔ چنانچہ میاں رفیع احمد صاحب سے دو روپے لے کر بونے کو دیدئے۔ اخراجات کی تفصیل کے آخر پر میں نے لکھدیا "۲ روپے بونے کو دینے پڑے" جب حضرت مصلح موعود نے اسے پڑھا تو فوراً سب اہل خانہ کو جمع کیا اور کہا کہ معلوم بھی ہے کہ وہاں کیا واقعہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید بونے نے بشارت کو زمین پر گرالیا اور مجبوراً انہیں اسے ۲ روپے دینے پڑے ساری مجلس کشت زعفران بن گئی۔ ظہر کے وقت حضور نماز پڑھانے آئے تو یہی معاملہ اہل قافلہ سے کیا اور انہیں خوب ہنسایا۔

(۱۲) اب ایک اور یاد کا ذکر کر کے ان یادوں کو ختم کرتا ہوں۔ چنبہ کے سفر میں ایک چشمہ آیا جس کا پانی بہت ہی ٹھنڈا تھا۔ حضرت مصلح موعود نے مجھے کہا بشارت دو منٹ اسکے اندر ہاتھ رکھے رکھو تو ۵ روپے انعام۔ میں نے عرض کیا کہ اگر چار منٹ رکھوں تو پھر ۱۰ روپے فرمایا رکھو توسہی۔ میں نے چشمہ میں ہاتھ ڈالا۔ بس ۳۰ سیکنڈ کے بعد چیخ مار کر میں نے ہاتھ کھینچ لیا اور انعام سے محروم رہا۔ حضور کی یادیں ذہن میں آتی ہیں تو عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور حضور پر سدا رحمتوں کی بارشیں ہوتی رہیں آمین۔ ثم آمین۔

غ۔ز۔ل

اے خوشا گل عذار دیکھا ہے
اس کے منہ کا نکھار دیکھا ہے
جس کا ثانی نہیں ہے دنیا میں
ایسا طرفہ نگار دیکھا ہے
اس کی خوبی بیاں کروں کیسے
حسن کا تاجدار دیکھا ہے
اہل عالم نے میرے دلبر کا
اک انوکھا پیار دیکھا ہے
باغ گرچہ ہے پُر ز رنگ و بو
لیک دل سوگوار دیکھا ہے
اپنے زار و نحیف قالب میں
قلب کو بیقرار دیکھا ہے
پھر بھی ہے زندگی سے معمور
ہم نے گو دل کو مار دیکھا ہے
پھیر کر منہ کہا تو اتنا کہا
بسمل نابکار دیکھا ہے

(فضل الرحمٰن بسمل بھیروی)

محاسن کلام محمود

از قلم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

کچھ شعر وشاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

امام ہائے ربانی اور خلفاء مرسلین کے کلام کو خالصتہً زمینی اور مادی نقد و نظر کے اصولوں اور پیمانوں کے معیار پر جانچنا اور ان کے کلام کے حسن و قبح کو صرف نظری قواعد کے مطابق پرکھنا علمی دیانت کے لحاظ سے درست امر نہیں ہے۔

یہ عمل اس لئے درست نہیں ہوتا کہ علماء ربانی کے کلام کی تخلیق کے عوامل اور محرکات قلبی وہ نہیں ہوتے جو کہ اس زمینی اور مادی تمناؤں اور حسرتوں کے اسیر ادب کے ہوتے ہیں۔ اور یہ عمل اس لئے بھی درست نہیں ہوتا کہ علماء ربانی کے کلام کی تخلیق کے مقاصد وہ نہیں ہوتے جو کہ اس دنیا کے وصال و ہجر غم اور خوشی۔ یافت و نایافت کی کشمکش میں مبتلاء ادب نے اپنائے ہوتے ہیں۔ چنانچہ مختلف عوامل و محرکات کے زیر اثر تخلیق شدہ ادب پاروں کو اور مختلف مقاصد کے حصول کیلئے کئے گئے کلام کو ہم ایک ہی تنقیدی معیار پر جانچ تول نہیں سکتے۔

جو وضاحت اس وقت تک کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت مصلح موعود۔۔۔۔ ایک عالی قدر اور ایک عظیم الشان ہستی ہیں اور عالی قدر ہستیوں کے کلام پر غیر علمی اور سرسری تبصرہ کرنا بے ادبی بھی ہے اور نا قدر شناسی بھی۔ چنانچہ خواہش اور کوشش یہ ہے کہ علم نقد و نظر کے مسلمہ معیار کے مطابق آپ کے کلام کے محاسن بیان کروں اور آپ کے ادبی مقام کو محبت اور عقیدت کے ساتھ مگر علمی اور فنی اقدار کے تحت جانچوں اور پرکھوں۔

تمام مہذب زبانوں کی ادبی تنقید کے اصولوں کو نہایت درجہ مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ کسی ادب پارے کو تین بنیادی معیاروں پر کامیاب ہونا اور نقاد کو ان اقدار کا علم ہونا لازمی ہوتا ہے۔

اول:۔ الفاظ یعنی زبان کا حسن اور بندش کی خوبی۔

دوم:۔ ادب پارے کی تخلیق میں کار فرما عوامل اور قلبی محرکات کا علم۔

سوم:۔ ادب پارے کی تخلیق کے مقصد اور مطمح نظر کا علم۔

جب تک کسی نقاد فن کے پاس یہ تینوں معیار تنقید متعین اور مستحقق نہیں ہو جاتے وہ کسی بھی ادبی تخلیق پر اپنی تنقید کا علم جاری نہیں کرتا۔ اس کا تنقیدی عمل اسی وقت شروع ہوتا ہے جب کہ ان تین اصولوں کے مطابق کسی ادبی تخلیق سے متعارف ہو جاتا ہے۔

یہاں تک تو بات معقول بھی ہوئی اور مدلل بھی مگر مشکل یہ در پیش ہے کہ ارباب نقد و نظر میں ہزار تلاش اور جستجو سے بھی کوئی ایسا نقاد فن دستیاب نہیں ہوتا جو خدا تعالیٰ کے عشق اور رسول کی محبت کو متحرکات تخلیق ادب میں شمار کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے منشاء عالی کو زمین میں برپا کرنے کو ادبی تخلیق کے مقاصد عالیہ میں سمجھتا ہو۔ گو مغرب کے علماء تنقید کے پاس ادبیات عالیہ کو جاننے پہچاننے کے بہت پیمانے ہیں مگر خدا تعالیٰ سے عشق اور اس کے رسول سے محبت سے وہ آشنا ہی نہیں۔ اس لئے جس جذبے کا احساس اور تصور بھی نہ ہو اس کی اہمیت کو وہ کیسے تسلیم کریں گے۔

مشرق میں اوّل تو ابھی تک فن تنقید اپنی تکمیل کو نہیں پہنچا۔ اگر جستہ جستہ نقاد فن ہیں تو وہ بھی مغرب کے ارباب نقد و نظر کے علم اور نظریات کے خوشہ چین ہیں۔ اس لئے ادبی تنقید میں عشق الہی کے تصوّر کو فنی اعتبار سے ادبی تکنیک میں انہوں نے بھی شمار نہیں کیا۔ گو ایسا دیکھنے میں ضرور آیا ہے کہ کبھی کسی نقاد نے میر درد کو صوفی شاعر کہہ دیا یا پھر کسی شاعر کے چند عنوانات الہیات کے دیکھ لئے تو اسے رحمتہ اللہ علیہ کہہ دیا۔ شاید مغرب سے تو فی الوقت عشق الہی لے

فقدان کا شکوہ درست نہیں۔ ہمیں مغرب سے طلوع شمس کا انتظار لازم ہے۔ اور جب ایسا ہوگا تو پھر یقیناً وہاں بھی عاشقان الٰہی اور واصلان حق پیدا ہونگے اور خالص عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا ادب تخلیق کریں گے انشاء اللہ۔

افسوس تو مشرق کے پاسبان فن تنقید کا ہے کہ انہوں نے اپنے قلوب میں عشق الٰہی اور محبت رسول کو ایک متحرک اور ہمہ وقت زندہ وجاوید حرارت کی صورت میں محسوس نہیں کیا۔ ان کی ذاتی واردات میں اس احساس کا نہ ہونا تو ایک نسبتی بات ہے اور قابل جرح و تعدیل نہیں۔ مگر ایک مسلمان نقاد فن کا انسان کی تخلیق کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ کو فراموش کر دینا اور ادبیات کی تنقید میں عشق خدا اور محبت رسول کو سب سے اہم محرکات قلبی قرار نہ دینا کسی طور بھی قابل معافی نہیں۔

خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انسان کو صرف اور صرف محبوب حقیقی سے عشق کرنے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ ایسا عشق جو اپنے محبوب کی عبادت اور پرستش پر منتج ہو اور دیگر تمام رجحانات سے بے نیاز کر دے۔

فرمایا الست بربکم قالوا بلیٰ (یعنی فطرت انسانی میں محبت الٰہی کے ودیعت ہونے کا اقرار موجود ہے۔) اس مضمون میں حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

اور فرماتے ہیں

او نمک ہا ریخت اندر جان ما
جان جان ماست او جاناں ما

یعنی اس نے ہماری فطرت میں اپنی محبت رکھ دی ہے اس لئے ہماری جان کا محبوب بھی وہی جان کی جان ہے۔

مگر افسوس ایسا نہیں ہوا اور شاید ممکن بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جب اردو ادب کا فن تنقید اپنی تکمیل میں قابل ذکر ارتقاء تک پہنچا تو اس زمانے سے قبل ہی مہدی آخرالزمان کا ظہور ہو چکا تھا۔ اور آسمان میں منادی کر دی گئی تھی کہ عشق الٰہی اور لقاء باریتعالیٰ کی تعلیم اب صرف مہدی آخرالزمان کے روحانی چراغ کی روشنی میں ہی حاصل کی جا سکتی ہے اس لئے جو اس نور سے اپنے قلب کو روشن نہیں کرتا۔ فمالہ من نور حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

واللہ کرمن چو کشتیہ نوحم زکردگار
بے دولت آں کہ دور بماند زلنگرم

یعنی خدا گواہ ہے کہ دور ضلالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے کشتی نوح کی طرح بنایا ہے۔ اس لئے جو اس کشتی میں سوار نہیں ہوگا وہ رضائے باریتعالیٰ کی زندگی سے محروم ہو جائیگا۔

مغرب و مشرق کی یہ محرومی قابل افسوس تو ہے مگر غلامان آستانہ مہدی دوراں پر اس محرومی کا کوئی اثر نہیں کیونکہ یہ وہ قوم ہے جس کے قیام کا مقصد ہی منشاء خدا کا حصول اور اس کے رسول کی محبت بھری اطاعت ہے۔

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

من نہ واعظ کہ عاشق زارم
آیداز طور واعظاں عارم
نزد بیگانگاں جنوں زدہ ام
نزد معشوق نیک ہشیارم

میں واعظ نہیں وعظ و نصیحت کرنا پسند بھی نہیں کرتا۔ میں تو عاشق محبوب حقیقی ہوں اور میرا عشق ہی میرے محبوب کو پسند ہے۔ ان گزارشات کی روشنی میں ہمارے لئے:

اوّل:۔ عشق الٰہی سب سے عظیم محرک تخلیق ادب ہے

دوم:۔ اطاعت اور محبت رسول سب سے بڑے عوامل تخلیق نظم و نثر ہیں۔

سوم:۔ دعوت دین حق اور اشاعت تعلیم احمدیت سب سے اہم مقاصد اور تخلیق شعر و انشا پردازی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فرمودات کی روشنی میں محبوب حقیقی کی محبت اور خدمت گزاری کے شوق کے اظہار میں جو ادب تخلیق ہوتا ہے۔ اس کے محاسن کا جائزہ لینے کی یہی اقدار فنی ہیں اور انہیں معیاروں پر ان کو پرکھا جا سکتا ہے۔ تمام انبیاء اصفیاء اور خلفاء مرسلین نے انہیں تین محرکات قلبی سے مغلوب ہو کر کلام

فرمایا ہے اور اپنے اپنے مقام لقاء الٰہی اور منصب خدمت گزاری کی مناسبت سے اپنے عشق کی واردات بیان کی ہے۔ انہیں عالی قدر بلند مرتبہ ہستیوں میں سے ایک ہستی کے منظوم کلام کی شان اور اس کلام کے محرکات اور منشا کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح مصلح موعود کے کلام پر مجموعی طور پر نظر ڈالیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کلام عشق رسول اور محبت مہدی آخرالزمان میں کامل طور پر مستغرق ہے اور اس امر کا بے انتہاء متمنی ہے کہ کسی طور اور کسی نوع ان مرسلین کی تعلیم اور پیغام کو دنیا میں قائم کر دے۔ حضرت مسیح موعود کے ایک جلیل القدر خلیفہ مصلح موعود ہونے کی نسبت سے ان کا یہی منصب اور مقام تھا اور اسی منصب اور مقام کی تکمیل میں ہی ان کا کلام وارد ہوا۔ ہم انہیں محرکات قلبی اور مقاصد کلام کی روشنی میں ان کے کلام کی شان کا مطالعہ کریں گے۔

عشق مرسلین بلاہ تعالیٰ

کسی عشق میں مبتلاء ہونے کے محرکات و عوامل بے انتہا ہیں۔ جسم و جان کی مناسبتوں سے لیکر قلب و روح کی کشش تک۔ کبھی شکل و شباہت کا حسن انسان کو فریفتہ کرتا ہے۔ اور کبھی حسن اخلاق و معاملہ اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ مگر محبت کے اس لامتناہی میدان میں چند عشاق۔ درخشندہ ستاروں کی طرح ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کا زمینی عشق بھی محبوب حقیقی کی محبت کے تابع ہوتا ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ کے محبوب سے ہی محبت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ محبوب بھی ایسا ہو کہ محبوبان الٰہی میں سے سب سے بلند مرتبہ اور عالی شان مقام رکھتا ہو اور اس کی اول و آخر دونوں تجلیات نے قلب و نظر کو گرمایا ہو تو اس عشق کی وارفتگی اپنی انتہا کو پہنچ جانی لازمی ہے۔ حضرت مصلح موعود ایسی ہی واردات قلبی سے گزرے تھے۔ ان کو نظارہ حسن نے کامل طور پر فریفتہ کر دیا تھا وہ ان دو پیاروں پر فدا ہونا زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

یا صدق محمد عربیؐ ہے
یا احمد ہندی کی ہے وفا

باقی تو پرانے قصے ہیں
زندہ ہیں یہی افسانے دو

الفاظ میں طاقت نہیں کہ اس شعر کی خوبی کو بیان کر سکیں اور اس قلبی کیفیت کا حال سنائیں جس کی گہرائیوں سے یہ شعر طلوع ہوا ہے۔ عشق مرسلین کے بیان میں حمد نعت اور مدح مہدی آخرالزمان کو ایک ہی شعر میں اس خوبی سے بیان کرنا آپ ہی کا کام تھا اور آپ ہی کا منصب۔ اس خیال کے تتبع میں فرماتے ہیں۔

مرا ہر ذرہ ہو قربان احمد
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
مجھے اس بات پر فخر
محمود میرا معشوق محبوب خدا ہے

وہ اس وارفتگی کو کافی نہیں سمجھتے وہ چاہتے ہیں کہ یہ عشق ہی ان کی زندگی کا مدعا اور مقصد ہو جائے۔ فرماتے ہیں

صبا تیرا گر وہاں گزر ہو تو اتنا پیغام میرا دیجو
اگرچہ تکلیف ہو گی تجھ کو پہ کام یہ بھی ثواب کا ہے
کہ اے مثیل مسیح و عیسیٰ ہوں سخت محتاج میں دعا کا
خدا تری ہے قبول کرتا کہ تو اس امت کا ناخدا ہے
رہ خدا میں ہی جاں فدا ہو دل عشقِ احمد میں مبتلا ہو
اسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو یہی مرے دل کا مدعا ہے

وہ حاملین صدق و وفا پر ہزار جان سے فدا ہیں۔ اس لئے کہ وہ صدق و وفا محبوب حقیقی کی راہ میں دکھایا گیا ہے۔ اور محبوب حقیقی کا عشق ہی تو تمام محبتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے لئے بھی صدق وفا مانگتے ہیں۔ جناب باریتعالیٰ میں عرض کرتے ہیں:۔

رہے وفا و صداقت پہ میرا پاؤں مدام
ہو میرے سر پہ مری جان تیری چھاؤں مدام

حضرت محمود ۔۔۔۔۔۔ نے اس صاحب وفا کی گود میں پرورش پائی تھی۔ اور وہ قلبی گہرائیوں سے اس حقیقت پر یقین رکھتے تھے کہ حضرت اقدس تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو چکے ہیں۔ اس لئے دونوں ہستیوں سے آپ کا عشق

مشترک ہے۔ آپ ان دو ہستیوں کو ایک ہی تجلی سمجھتے ہیں۔
فرماتے ہیں
شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے
اس حقیقت کے تتبع میں فرماتے ہیں:۔
مہدیٔ دوراں کا جو خاک پا ہو جائیگا
مہر عالم تاب سے روشن سوا ہو جائیگا
اس کامل یگانگت کے عرفان کے ساتھ ایک واقعاتی حقیقت یہ بھی تھی کہ ان دو کام متحد ہستیوں میں سے ایک کا جلوہ تابناک آپ نے مشاہدہ بھی کیا تھا۔ اور مشاہدہ بھی ایسا کامل کہ آپ اس ہستی کے فرزند دلبند وارجمند تھے۔ اس لئے جیسے دیگر رفقائے مسیح اس شمع قدس پر فدا ہوئے تھے۔ اس سے ہزار درجہ بڑھ کر آپ نے اپنی جان کو اس چراغ قدس پر فدا کیا۔
فرماتے ہیں:۔
چھلک رہا ہے مرے غم کا آج پیمانہ
کسی کی یاد میں مَیں ہو رہا ہوں دیوانہ
زمانہ گزرا کہ دیکھیں نہیں وہ مست آنکھیں
کہ جن کو دیکھ کے میں ہو گیا تھا مستانہ
وہ شمع رو کہ جسے دیکھ کر ہزاروں شمع
بھڑک اٹھی تھیں بسوز ہزار پروانہ
کہاں ہے وہ کہ ملوں آنکھ کے تلوؤں سے
کہاں ہے وہ کہ گروں اس پہ مثل پروانہ
مسیح موعود سے یہ عشق اور ایسی وارفتگی انہیں کا حصہ تھا۔ اور آپ نے اس کو خوب نبھایا۔ مگر وہ اس حقیقت سے بھی واقف تھے کہ اس عشق کو سمجھنے کیلئے صرف زبان دانی اور شعر فہمی کافی نہیں۔ اس عشق کی کیفیت کا ادراک وہی کر سکتا ہے جس کی آنکھ نے بھی کمال حسن و خوبی کا دیدار کیا ہو۔ فرماتے ہیں:۔
اے مسیحا کبھی پوچھو گے بھی بیمار کا حال
کون ہے جس سے کہیں جا کے دلِ زار کا حال
آنکھ کا کام نکل سکتا ہے کب کانوں سے
دل کے اندھوں سے کہوں کیا تیرے دیدار کا حال

فرماتے ہیں:۔
ڈھونڈتی ہے جلوۂ جاناں کو آنکھ
چاند سا چہرہ ہمیں دکھلائے کون
اے مسیحا تیرے سودائی جو ہیں
ہوش میں بتلاء کہ ان کو لائے کون
اور فرماتے ہیں:۔
ڈھونڈتی ہیں مگر آنکھیں نہیں پاتیں انکو
ہیں کہاں وہ مجھے روتے کو ہنسانے والے
رہ گئے منہ ہی ترا دیکھتے وقتِ رحلت
ہم پسینہ کی جگہ خون بہانے والے

دین حق کا عزم اور جوش

مصلح موعود کی تاجداران رسالت سے محبت اور ان کے پسینے کی جگہ خون بہانے کا عزم شعر گوئی کی حد تک محدود نہیں تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان مرسلین کے دین حق کو پھیلانے کا عزم عطا ہوا تھا۔ ایسا عزم صمیم جو دل کو مکمل طور پر تسخیر کرلے۔ اور کسی دوسری تمنا اور خواہش کو باقی نہ رہنے دے۔ فرماتے ہیں:۔
دل چاہتا ہے جان ہو...... پر فدا
توفیق اس کی اے میرے پروردگار دے
اور فرماتے ہیں:۔
خدا شاہد ہے اس کی راہ میں مرنے کی خواہش ہے
مرا ہر ذرہ تن جھک رہا ہے التجا ہو کر
دین حق کے شوق بے انتہا میں فرماتے ہیں:۔
پھیلائیں گے صداقت ..... کچھ بھی ہو جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں
آپ کی زندگی کا چین اور دل کا قرار دین حق ہی تھی۔ اشاعت دین حق ہی آپ کا گھر اور بار اور مال ومتاع تھے۔
فرماتے ہیں:۔

محمود بحالِ زار کیوں ہو
کیا رنج ہے بیقرار کیوں ہو
جس شخص کا لٹ رہا ہو گھر بار
خوشیوں سے بھلا دو چار کیوں ہو
..... گھرا ہے دشمنوں میں
مسلم کا نہ دل فگار کیوں ہو

پھر اشاعت دین حق کے غم میں فرماتے ہیں:۔

شان ..... ہو گی کب ظاہر
کب مسلمان ہونگے خرم و شاد
پوری ہو گی یہ آرزو کس وقت
کب بر آئے گی یہ ہماری مراد

اشاعت دین حق کے عزم صمیم میں مدو جزر بھی ہے عزم کے ساتھ فکر مندی بھی لاحق رہتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

صیدو شکار غم ہے تو مسلم خستہ جان کیوں
اٹھ گئی سب جہان سے تیرے لئے امان کیوں

دین حق اور مسلمانوں کی یہ حالت انہیں فکر مند تو کرتی ہے خستہ حال نہیں کرتی۔ بلکہ ایک نئے عزم اور ولولے کو جنم دیتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

آ۔۔ آ کہ تری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
آ۔۔ آ کہ تجھے سینے سے ہم اپنے لگائیں
ربوہ کو ترا مرکز توحید بنا کر
اک نعرہ تکبیر فلک بوس لگائیں
ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعا گو
کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

قوم کی تربیت اور ہمت افزائی

عشق مرسلین اور ان کے مشن کی تکمیل کا شوق ہر مومن کی امتیازی شان ہے۔ مگر اس امتیازی شان کے کامل مظہر خلفاء مرسلین ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیم کے مطابق خلفاء ربانی کے ذریعہ ہی اس تخم کو ایک تناور درخت بنایا جاتا ہے۔ جس کو انبیاء علیہ السلام نوع انسانی کی روح میں کاشت فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہر خلیفہ ربانی کو آسمان سے عزم صمیم عطا ہوتا ہے اور ایسی قابلیت ودیعت کی جاتی ہے جس کو بروئے کار لا کر وہ ایک طرف تبلیغ رسالت کی تبلیغ کرتا ہے اور دوسری طرف رسول کی امت میں آسمانی نور کو ایک روشن چراغ کی طرح سے برافروختہ رکھتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود۔۔۔۔۔ کے کلام میں تبلیغ دین حق اور تربیت قوم کا بیان سب سے اہم مقام رکھتا ہے۔ اور بے انتہا اثر انگیز ہے۔ آپ منزل عشق کے راہ رو نہیں بلکہ قافلہ سالار ہیں۔ آپ نے صرف خود نہیں پہنچنا بلکہ دوسروں کو لیکر پہنچنا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

آؤ محمود زرا حال پریشاں کر دیں
اور اس پردے میں دشمن کو پشیماں کر دیں
خنجر ناز پہ ہم جان کو قربان کر دیں
اور لوگوں کیلئے راستہ آسان کر دیں

لوگوں کیلئے راستہ آساں کرنا ہی دراصل ان کا منصب ہے۔ اسی غرض کیلئے فرماتے ہیں۔

دکھلاؤ پھر صحابہ سا جوش و خروش تم
دنیا پہ اپنی قوت بازو عیاں کرو
دل پھر مخالفان محمدؐ کے توڑ دو
پھر دشمنان دین کو تم بے زباں کرو
پھر ریزہ ریزہ کر دو بت شرک کفر کو
کفار و مشرکین کو پھر تیم جاں کرو

وہ جانتے ہیں کہ ان کی قوم کے پاس مال دولت نہیں کہ اس کو خدمت دین میں صرف کریں۔ مگر وہ اس امر سے بھی خوب واقف ہیں کہ اس راہ میں جان کی بازی لگانا ہی اصل خدمت دین ہے۔ فرماتے ہیں:۔

گرتے پڑتے در مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ
اور پروانے کی مانند فدا ہو جاؤ
مورد فضل و کرم وارث ایمان و ہدیٰ
عاشق احمد و محبوب خدا ہو جاؤ

اور جب ان کی قوم رہ مولی پر فدا ہونے لگتی ہے تو کس قدر خوش ہو کر فرماتے ہیں:۔

عاشقوں کا شوق قربانی تو دیکھ
خون کی اس رہ میں ارزانی تو دیکھ
ہے اکیلا کفر سے زور آزما
احمدی کی روح ایمانی تو دیکھ

اس تلقین اور ہمت افزائی کیساتھ ان کو یہ علم بھی ہے کہ ان کی قوم بے سروسامان اور کمزور ہے۔ اور وہ اس بے سروسامانی کے درد میں مبتلاء بھی ہیں۔ مگر وہ اس درد کا علاج دعا سے کرتے ہیں اور اپنے خدا کو قادر اور مقتدر سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

کبھی کا ہو چکا ہوتا شکار یاس و نومیدی
مگر یہ بات اے محمود میرا دل بڑھاتی ہے
جو ہوں خدام دیں ان کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی قوم کی کمزوری کو پیش کر کے عرض کرتے ہیں۔

دست کوتہ کو پھر درازی بخش
خاکساروں کو سرفرازی بخش
پانی کر دے علوم قرآں کو
گاؤں گاؤں میں ایک رازی بخش

پھر عرض کرتے ہیں۔

الٰہی تیز ہوں ان کی نگاہیں
نظر آئیں سبھی تقویٰ کی راہیں
یہ قصر احمدی کے پاسباں ہوں
یہ ہر میداں کے یارب پہلواں ہوں
ثریا سے یہ پھر ایمان لائیں
یہ پھر واپس ترا قرآن لائیں

وہ ایک مذھبی جماعت کے قائد ہیں اور ان کے پاس وسائل بھی بہت محدود ہیں مگر ایک صاحب بصیرت اولوالعزم قائد کی طرح سے وہ یہ جانتے ہیں۔ کم من فئتہ قلیلتہ غلبت فئتہ کثیرۃ باءذن اللہ

اس لئے وہ اپنی قوم کے عزم واستقلال کو بڑھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

مردوں کی طرح باہر نکلو اور ناز و ادا کو جانے دو
سل رکھ لو اپنے سینوں پر اور ناز و ادا کو جانے دو

فرماتے ہیں:۔

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

ذکر خدا پہ زور دے ظلمت دل مٹائے جا
گوہر شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا

آپ قوم کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں جانفشانی کے ثمرات حسنہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

جو اپنی زندگی ان کی غلامی میں گزارے گا
بنے گا رہنمائے قوم فخر الانبیاء ہو گا

آپ ایک عظیم الشان قائد اور ایک مامور من اللہ کے موعود خلیفہ تھے۔ اس منصب عالی کے پاسداروں میں آپ کے کلام میں فرائض منصبی کی ادائیگی کی فکر بھی ہے۔ فرائض منصبی میں کی گئی محنت اور جانفشانی کا ذکر بھی ہے۔ فرائض منصبی کی ادائیگی میں جماعت کو نصیحت اور اس کی تعلیم و تربیت بھی ہے۔

انہیں امور کی شہادت میں آپ کے سامنے حضرت مصلح موعود کا کلام پیش کیا گیا ہے۔ مگر یہ شہادت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم حضور سیدی کی اس نظم کو جداگانہ طور پر پیش نہ کر دیں جس نظم نے تمام شہادتوں کو تنہا اپنے دامن میں سمیٹ دیا ہے اس نظم کا عنوان ہے

نونہالان جماعت سے خطاب

میں سمجھتا ہوں کہ حضور سیدی کی شاعری کا معراج یہی نظم

ہے۔ ایک معرکتہ الآراء اور عظیم الشان کلام ہے۔ اس ایک نظم نے ہی حضور کی زندگی کے تمام زاویئے اور جہات آئینے کی طرح روشن کر کے دکھا دیئے ہیں۔ اور ان کی شخصیت کے قصر کا کوئی کونہ کھدرا تاریک نہیں رہنے دیا۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ جب تک قوم کے تمام طبقات ایک فرد واحد کی طرح سے متحد ہو کر کوشش میں نہیں لگ جاتے اس وقت تک قومی ترقی اور علوشان حاصل نہیں ہوا کرتی اس لئے ان کی تلقین اور ارشاد کا مخاطب قوم کا ہر طبقہ ہے۔ بوڑھے اور پختہ عمر کے افراد بھی ہیں کیونکہ یہ صاحب علم و فراست ہوتے ہیں۔ نوجوان اور بچے بھی ہیں کیونکہ یہ صاحب جوش وولولہ ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تا کہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کیے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

خلافت کے منصب عالی کی پاسداری میں ان چند اشعار کی خوبی اور شان کو بیان کرنا کسی کے بس کا کام نہیں قوم سے خطاب ہے بے انتہا درد اور محبت کے ساتھ۔ خلافت حقہ کے تحفظ اور استحکام کی فکر ہے تو صرف زندگی میں نہیں وفات کے بعد بھی ہے۔ اور اگر اپنی محنت اور جانفشانی کا ذکر ہے تو کس قدر عجز وانکساری کے ساتھ ہے۔

اس عظیم الشان خلیفہ نے قومی خدمات کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ وہ برملا کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے خدمات سلسلہ بلا معاوضہ کی ہیں۔ مگر یہ کہنا ان کی شان کے شایان نہیں تاہم خدمت دین کیلئے اجرت طلب نہ کرنے کی تعلیم تو انہوں نے لازمی طور پر دینی تھی۔ اور وہ تعلیم اس سے بہتر انداز میں تو نہیں ہو سکتی تھی۔ فرماتے ہیں:۔

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

آپ جناب باریتعالیٰ میں صرف اپنی کوشش اور محنت کو پیش کرنا کافی نہیں سمجھتے۔ وہ اس بارگاہ میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں ایک کامیاب اور فاتح جرنیل کی طرح سے۔ اس لئے وہ اپنی وفات کے بعد بھی خدا اور اس کے رسول سے بے وفائی برداشت نہیں کرتے۔

فرماتے ہیں:۔

حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب
پیارو آموختہ درس وفا خام نہ ہو

انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی تعلیم کو "اموختہ درس وفا" کہنا آپ ہی کا حصہ تھا۔

حرف آخر

آخر پہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے حضرت خلیفتہ المسیح المصلح موعود۔۔۔۔۔۔۔ کے کلام کو دنیاء ادب کے مسلمہ قوائد کے مطابق جانچا اور پرکھا ہے۔ گو آپ ایک باقاعدہ شاعر نہیں تھے۔ مگر وہ تمام محاسن اور خوبیاں جن کی بنا پر کسی کلام کو معیاری ادب کہا جاتا ہے۔ آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ اور آپ کا کلام مسلمہ ادبی اقدار کے اعتبار سے عالی مرتبہ اور بلند شان ہے۔

یہ بات بغیر کسی تردّد کے کہی جا سکتی ہے کہ آپ کا کلام خدمت گزاران مرسلین باری تعالیٰ کیلئے ایک مشعل راہ کے طور پر زندہ رہے گا اور ہم آپ ہی کی زبان میں آپ کیلئے دعا گو رہینگے۔

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نور نبوت خدا کرے
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سیرت طیبہ کے چند دلنواز پہلو

میاں غلام محمد صاحب اختر لکھتے ہیں:
حضرت المصلح الموعود کو اپنے خدام سے بڑی محبت تھی۔ حضور کی محبت کا ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک دن حضور سیر کو تشریف لے گئے۔ خاکسار اور محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب بھی ساتھ تھے۔ سیر سے واپسی پر حضور جب موٹر سے اترے اور قصر خلافت کی سیڑھیوں تک پہنچے تو چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے ایک خاص دوستانہ انداز میں خاکسار سے چٹکی لی۔ گویا وہ مجھے کوئی خاص بات یاد کرا رہے ہیں۔ بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے کئی بار حضور سے عطر لینے کے لئے کہہ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے ذریعہ وہ حضور تک اپنی یہ خواہش پہنچا دیں۔ چنانچہ جونہی چوہدری صاحب نے میرے چٹکی لی تو میں نے دیکھا کہ حضور بھی ازراہ شفقت خدام نوازی پر مائل ہیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ "حضور چوہدری اسد اللہ خان میرے چٹکیاں لے رہے ہیں"۔ حضور فرمانے لگے "چٹکیاں تو محبت سے لی جایا کرتی ہیں چوہدری صاحب بھی آپ سے محبت ہی کا اظہار کر رہے ہوں گے"۔ میں نے عرض کیا میرے ساتھ محبت کے اظہار میں دراصل حضور سے عطر کے لئے درخواست ہو رہی ہے۔ حضور متبسم ہوئے اور فرمایا کہ "ذرا ٹھہر جائیں"۔ مجھے حضرت سیدہ ام ناصر کی خدمت میں کسی کام کے لئے بھجوا دیا۔ میں واپس آیا تو مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب کے ہاتھ میں حضور کی طرف سے عطا کردہ ایک عطر کی شیشی تھی۔ شیشی دیکھتے ہی میں نے کہا کہ میرا حصہ بھی دے دو۔ چوہدری صاحب کہنے لگے کہ نہیں یہ تو حضور نے مجھے ہی عنایت فرمائی ہے۔ یہ بات حضور نے بھی سن لی تو فرمایا "ہاں اسی لئے تو میں نے تمہیں دوسری طرف بھجوا دیا تھا۔ (اسی واقعہ کا ذکر مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے بھی کیا ہے۔ ادارہ) چنانچہ میں دل گرفتہ سا ہو گیا اور اسی انداز میں ہم واپس آ گئے۔ حضور نے میرا چہرہ پڑھ لیا تھا کہ گویا اسے اس محرومی کا بہت احساس ہے۔

دوسرے ہی دن میں انجمن کے کاغذات پیش کرنے کے لئے حسب معمول حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ضروری کاغذات دکھائے۔ ہدایات لیں اور جب واپس جانے لگا تو حضور نے فرمایا "ذرا ٹھہرو"۔ چنانچہ میں رک گیا۔ حضور اندر تشریف لے گئے اور چند ہی لمحوں بعد واپس تشریف لے آئے۔ حضور کے ہاتھ میں ایک نفیس اور خوبصورت چھڑی تھی جو ایک عرصہ سے حضور کے استعمال میں تھی۔ آپ نے وہ چھڑی میز پر رکھی اور فرمانے لگے کہ "لو یہ چھڑی تمہارے لئے ہے"۔

عطر سے محرومی کا احساس تو مجھے تھا لیکن حضور نے اس طور پر مجھے چھڑی کا تحفہ دے کر نوازا کہ میں مسرور بھی تھا اور ایک روز قبل کے جذبات پر نادم سا بھی۔

وہ چھڑی اب بھی میرے پاس بطور تبرک محفوظ ہے اور محرومیوں کے کئی احساسات کو سکون و اطمینان کی لہروں میں چھپا لیتی ہے۔

مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور تحریر فرماتے ہیں۔ 1928ء میں جب خاکسار بیرسٹری کی تعلیم کے لئے لندن پہنچا۔ تو وہاں کی تہذیب اور ماحول چونکہ یہاں سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے طبیعت پر بہت بوجھ تھا اور بے حد اداسی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں واپس لاہور چلا جاتا ہوں اور جہاز میں سیٹ بھی بک کرا لی۔ برادرم مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو اپنے اس ارادے سے اطلاع بھی کر دی اور باوجود ان کی سرزنش کے ارادہ قائم رکھا۔ ابھی روانگی کی تاریخ میں چند دن باقی تھے کہ حضرت اقدس کا پیغام پہنچا کہ اگر تعلیم حاصل کئے بغیر واپس آؤ گے تو میں بہت ناراض ہوں گا۔ اس پیغام کا ملنا تھا کہ طبیعت کی تمام افسردگی دور ہو گئی اور میں نے اسی دن بیرسٹری میں داخلہ لے کر جہاز کی سیٹ منسوخ کرا دی اور دل میں یہ راسخ یقین ہوا کہ اب بفضل اللہ تعالیٰ حصول تعلیم میرے لئے آسان اور مبارک ہو گی اور ایسا ہی ہوا بھی۔ کیونکہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے تین سال کا کورس دو سال میں ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اگر حضور اقدس کی ناراضگی کا پیغام نہ پہنچتا تو خاکسار یقیناً اپنی تعلیم پوری نہ کر سکتا اور یہ آنحضور کا اس غلام زادہ پر ایک ایسا احسان عظیم ہے کہ خاکسار ساری عمر میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔

مکرم مولوی عبدالرحمان صاحب انور تحریر فرماتے ہیں:

جب شہزادہ ویلز ہندوستان آیا تو وائسرائے کی طرف سے مختلف روسا اور لیڈروں کو اس کی ملاقات کے لئے کہا گیا۔ اس وقت حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نے دو شرطوں کے ساتھ ملاقات کرنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ ایک یہ کہ حضور اس کی بیوی سے مصافحہ نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ حضور اسے ایک کتاب بطور تحفہ پیش کریں گے جس میں مذہب اسلام کی تبلیغ ہوگی۔ چنانچہ شہزادہ ویلز کے مشورہ کے ساتھ یہ دونوں حضور کی باتیں مان لی گئیں۔ اور حضور نے ایسے تنگ وقت میں ایسی ضخیم کتاب تحریر فرمائی۔ پھر اسے چھپوایا گیا اور چاندی کی طشتری میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ ایسے تھوڑے عرصہ میں اس قدر مدلل اور شاندار کتاب کی تصنیف حضور کی اولوالعزمی کا واضح ثبوت ہے۔

اس طرح ایک اور واقع ہے کہ جب حضرت خلیفتہ المسیح الثالث کی شادی ہوئی تو دعوت ولیمہ کے موقع پر قادیان کے سارے باشندے اپنا حق سمجھتے ہوئے ازخود شامل ہوگئے۔ جس کے نتیجہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ حاضرین میں سے ایک تعداد آج رات کھانے میں شریک نہ ہو۔ بلکہ جو لوگ بغیر بلائے کے اپنا حق سمجھتے ہوئے آگئے ہیں ان کو بھی محروم نہ رکھا جائے اور یہ لوگ ان کو کھانا کھلانے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لیں۔ چنانچہ اس طرح سے جس قدر کھانا تیار تھا وہ دوسرے لوگوں کو کھلا دیا گیا اور جس قدر کھانا بچ رہا اس کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اب جو دوست کھانا کھلا رہے تھے وہ سب اکٹھے بیٹھ جائیں اور جس قدر بھی کھانا موجود ہے اس کو سب مل کر کھالیں اور ان لوگوں کی کل پھر باقاعدہ دعوت ہوگی۔ چنانچہ حضور بھی بغیر کسی امتیاز کے ان احباب کے درمیان لائن میں بیٹھ گئے اور ایک ایک برتن میں دو دو تین تین احباب کو کھانے کا موقع ملا۔ حضور کے ساتھ بھی ایک اور دوست ایک ہی تھالی میں سے کھاتے رہے۔

ایک موقع پر قادیان میں حضور کو علم ہوا کہ پنڈت ملاوامل صاحب کی دکان اچھی نہیں چل رہی اور ان کو مالی دقت درپیش ہے۔ اس پر حضور نے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ہندو لوگ اور خصوصاً یہ خاندان بطور امداد مانگنے کو پسند نہیں کرتے۔ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ان کی دکان پر جا کر جو عام استعمال ہونے والی دوائیں ان کے پاس تیار شدہ موجود ہوں اور فروخت نہ ہوتی ہوں وہ 300/400 روپے کی قیمت کی خرید لو۔ ان کے بتائے ہوئے نرخ کے متعلق ان سے کسی رعایت کا مطالبہ نہ کیا جاوے۔ اس طرح کسی حد تک ان کی امداد ہوجائے گی اور ان کو امداد کا احساس بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے اس طور پر خفیہ احسان فرمایا کہ ان کو اپنے محسن کا پورے طور پر علم بھی نہ ہونے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ جب کئی ماہ کے بعد کچھ ڈاک حضور کی خدمت میں پیش کی گئی تو خاکسار کے پہلے خط کے پیش کرنے پر فرمایا کہ یہ خط تو چھ ماہ سے آیا ہوا ہے۔ خاکسار نے عرض کی یہ درست ہے لیکن موقع نہ مل سکا۔ جب خاکسار اس کا خلاصہ عرض کرنے لگا تو بھی فرمایا مضمون مجھے یاد ہے اور جواب لکھوادیا۔ یہ واقعہ حضور کی کمال یاداشت کا ایک معمولی واقعہ ہے۔ دوسرے موقعوں پر بھی خطوط کا خلاصہ سنانے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔ فریسندہ کا نام سنتے ہی ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔

مکرم لطیف احمد خان صاحب نتھا بیان کرتے ہیں:

1942ء میں حضور پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضور کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضور نے خاکسار اور مرزا فتح الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کریں گے ہم چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے 8 رک بنگلا میں پہنچے تو حضور کھانا تناول فرما رہے تھے ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کرکے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی۔ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضور نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔ سبحان اللہ جب شفقت کے یہ نظارے آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں کہ ہمارا آقا کتنا بلند اخلاق اور اپنے خدام پر کس قدر مہربان تھا۔

1941ء کا واقعہ ہے کہ حضور ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں جانے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہو گئی اور ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکے مار رہے تھے کہ اتنے میں حضور خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری کر دی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی ابل نہیں گیا حضور چھتری کا سایہ کئے دھویں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔

مکرم ملک حبیب الرحمن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودھا ڈویژن لکھتے ہیں:

39۔ 1938ء کی بات ہے کہ مجھے ہر ماہ معدہ میں درد کا شدید دورہ ہونا شروع ہوا۔ بہت علاج کئے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور میں بالکل لاچار ہو گیا۔ آخر تنگ آ کر میں امرتسر میڈیکل ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ مختلف اقسام کے ٹیسٹ کئے جانے کے بعد ڈاکٹروں نے فیصلہ دیا کہ مجھے اپنڈے سائٹس ہے اور پتے میں پتھری بھی ہے لہٰذا دونوں آپریشن ہوں گے جس سے میں سخت گھبرا گیا اور موقع پا کر ہسپتال سے نکل کر سیدھا قادیان پہنچا اور اپنے آقا کے حضور تمام حالات عرض کئے۔ حضور نے ازراہ شفقت فرمایا کہ آپ کو اپنڈے سائٹس قطعاً نہیں ہے۔ ہاں پتے میں پتھری ہو سکتی ہے۔ میں دعا کروں گا۔ اس پر میں مطمئن ہو کر واپس اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا اور معمولی دیسی و ہومیو پیتھک علاج شروع کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تین ماہ کے اندر مجھے کافی افاقہ ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد بیماری کا نام و نشان نہ رہا اور باوجود سخت بد پرہیزی کے آج تک یہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔ یہ سب حضور کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور نہ یہ دوائیں تو میں پہلے بھی ایک عرصہ تک استعمال کرتا رہا تھا۔

مکرم میاں روشن دین صاحب صراف آف اوکاڑہ لکھتے ہیں:

1937ء کا واقعہ ہے کہ میرا لڑکا ضیاء الدین احمد ٹائیفائیڈ سے بیمار ہو گیا اور میں اسے لے کر قادیان چلا گیا۔ یہ وہ دن تھے جب حضور نے سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک درس دیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ دعا کے لئے یاد دہانی کرواتے رہنا۔ کئی ڈاکٹر صاحبان بھی درس کی وجہ سے آئے ہوئے تھے۔ مثلاً ڈاکٹر حاجی خان صاحب کراچی، ڈاکٹر حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب، ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ صاحب اور ڈاکٹر محمد الدین صاحب یہ سب علاج بھی کرتے رہے۔ آخر سب نے مشورہ دیا کہ اسے لاہور لے جائیں۔ حضور کی خدمت میں ڈاکٹروں کا مشورہ رکھا گیا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھے لا کر دکھا دیں۔ چنانچہ میں بچہ کو اٹھا کر لے گیا تو حضور نے دعا فرماتے ہوئے اجازت دی کہ لے جاویں اور فرمایا کہ میں دعا کرتا رہوں گا۔ وہاں لے جانے پر میو ہسپتال کے سرجن نے مایوس ہو کر کہہ دیا کہ یہ لڑکا نہیں بچے گا اسے واپس لے جاؤ۔ چنانچہ بچہ کو واپس لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کی دعاؤں سے یہ کرشمہ دکھایا کہ پیٹ میں جو غدودیں پیپ سے بھر گئی تھیں ان کی پیپ ناف کے ذریعہ خارج ہوتی گئی اور لڑکا خدا تعالیٰ کے فضل سے صحت یاب ہو گیا۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب امرتسر سے قادیان جا رہے تھے اور حضرت اماں جان بھی اسی گاڑی پر دہلی سے قادیان تشریف لے جا رہی تھیں۔ حضرت مولوی صاحب نے ضیاء الدین کو حضرت اماں جان کے پاس بھجوا دیا اور فرمایا کہ یہ لڑکا حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا کا زندہ معجزہ ہے۔

شرف انسانیت اور حسن تربیت کی ایک مثال

محترمہ بیگم صاحبہ سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم فرماتی ہیں:

1957ء کی بات ہے حضرت ابا جان (سیدنا مصلح موعود) نخلہ میں مقیم تھے۔ ہم لوگ بھی ان دنوں وہیں تھے۔ میرا بچہ سید قمر سلیمان احمد جسے پیارے بی کہتے ہیں جس کی عمر اس وقت تین سال تھی باہر بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں بچوں کا شور بلند ہوا اور بی روتا ہوا اندر داخل ہوا اور بچوں کی ایک قطار اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوئی۔ حضور صحن میں زمین پر تشریف فرما تھے۔ حضور نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ معلوم ہوا کہ بیت الخلاء کی صفائی کرنے والے خاکروب نے جس کا نام صادق مسیح تھا بی کے گلے میں بازو ڈال کر پیار سے اس کا کلّا چوما تھا۔ اس پر بچوں نے اپنی معصومیت

بقیہ 57

میرا پیارا محمود

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی نظر میں مصلح موعود کا مقام

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ ان کے بعد ظاہر ہونے والے عظیم الشان وجودوں کی خبریں عطا فرماتا ہے۔ جنہیں مامورین اور خلفاء بسا اوقات واضح رنگ میں اور کبھی مصلحتاً اشارات اور کنایات میں ذکر کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود......... کے عظیم الشان جانشین اور فرزند سیدنا محمود المصلح الموعود کے بارہ میں جہاں انبیاء گذشتہ اور صلحاء و اولیاء امت نے خبریں دیں وہاں آپ کے پہلے جانشین حضرت مولانا نورالدین خلیفتہ المسیح اول نے نور فراست سے بھانپ لیا تھا کہ پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سیدنا محمود کا وجود ہے۔ آپ کے ارشادات سے سیدنا المصلح الموعود کا بلند مقام واضح ہوتا ہے کہ آپ ہی خلافت ثانیہ کی مسند پر متمکن ہونے والے وہ مبارک وجود ہیں جن کی خبریں الٰہی نوشتوں اور مامور زمانہ کے کلام میں پائی جاتی تھیں۔

(۱) حضرت خلیفہ المسیح اول اپنے عہد خلافت میں . . . .

. . . .

. . . . جب گھوڑے سے گرے اور آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی تو ایک رات آپ کو خیال پیدا ہوا کہ ورم دل کی طرف جارہا ہے۔ اس وقت آپ نے قلم دوات طلب فرمائی اور ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے لفافہ میں بند کر دیا اور لفافہ پر بھی کچھ رقم فرمایا اور شیخ تیمور صاحب کو جو آپ کی خدمت میں رہتے تھے یہ کہتے ہوئے دیا کہ اگر میری وفات ہو جائے تو اس پر جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کیا جائے۔ ان کی روایت ہے کہ اس لفافہ پر لکھا تھا:۔

"علیٰ اسوۃ ابی بکر"۔ جس کا نام اس لفافہ میں ہے اس کی بیعت کرو۔ جب اسے کھول کر دیکھا گیا تو اس کے اندر نام لکھا تھا "محمود احمد"۔ (الفضل جلد نمبر ۲ صفحہ ۶-۷ ستمبر ۱۹۱۴ء بحوالہ حیات نور صفحہ ۳۹۸)

مزید برآں مولوی محمد علی صاحب مرحوم ایم۔اے کی درج ذیل عبارت سے بھی اس واقعہ کی تصدیق ہو جاتی ہے:۔

"۱۹۱۱ء میں جو وصیت آپ (حضرت خلیفتہ المسیح الاول) نے لکھوائی تھی اور جو بند کر کے ایک خاص معتبر کے سپرد کی تھی اس کے متعلق مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کے لئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا"۔ (رسالہ "حقیقت اختلاف" صفحہ ۶۹)

(۲) ایک خطبہ جمعہ کے دوران حضرت خلیفتہ المسیح الاول نے حضرت مصلح موعود کی خلافت کے بارہ میں ایک واضح اشارہ یوں فرمایا:

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس انہوں نے خلافت کی۔ بائیس برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے"۔ (بدر ۲۷ جولائی ۱۹۱۰ء)

(۳) اپنی آخری بیماری میں حضرت خلیفتہ المسیح الاول نے نمازوں میں امامت کے فرائض حضرت مصلح موعود کے سپرد کر دیئے۔

علاوہ ازیں خطبہ جمعہ پڑھنے کا ارشاد بھی آپ کو ہوتا تھا۔ ان دنوں دیگر اہم ذمہ داریاں پہلے سے ہی حضرت مصلح موعود کے سپرد تھیں۔ چنانچہ

۱۔ آپ رسالہ تشحیذ الاذہان کی ادارت فرماتے تھے۔

۲۔ آپ مدرسہ احمدیہ کے انچارج تھے اور بعض جماعتوں کو خود

تعلیم بھی دیتے تھے۔
۳۔ آپ مہمان خانہ حضرت مسیح موعود........ کے منتظم بھی تھے۔
۴۔ روزانہ دو مرتبہ قرآن مجید کا درس دیا کرتے ایک مرتبہ نماز فجر کے بعد دوسری مرتبہ نماز ظہر کے بعد۔
۵۔ مزید برآں مہمانوں سے ملاقات، احباب جماعت کو تعلیم مسائل متفرق مضامین اور تقاریر، صدر انجمن احمدیہ کی صدارت، یہ سب کام حضرت خلیفتہ المسیح الاول کی نگرانی اور ہدایت کے مطابق آپ سرانجام دیتے تھے۔
(۴) زندگی کے آخری ایام میں حضرت خلیفتہ المسیح الاول نے جب حضرت مصلح موعود کو امام مقرر کیا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ جناب مولوی ظہور حسین صاحب بخارا کی روایت ہے کہ حضرت حافظ روشن علی صاحب نے ہمیں کلاس میں بتایا کہ ان ایام میں مولوی محمد علی صاحب مجھے ملے اور کہا کہ آپ حضرت خلیفتہ المسیح کے بلا تکلف دوست ہیں۔ میرا نام لئے بغیر ان سے عرض کریں کہ جماعت کے بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں ان کی موجودگی میں میاں محمود کو امام مقرر کرنا مناسب نہیں۔ جس پر بعض دوست اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے بتایا کہ میں نے یہ پیغام حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں پہنچادیا اور مولوی محمد علی صاحب کا نام نہیں لیا۔ اور جیسا کہ انہوں نے کہا تھا محض عمومی رنگ میں بات کہہ دی۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا:
"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مجھے محمود جیسا ایک بھی متقی نظر نہیں آتا۔ پھر از خود فرمایا کہ کیا میں مولوی محمد علی صاحب سے کہوں کہ وہ نمازیں پڑھادیا کریں"۔
(۵) حضرت خلیفتہ المسیح اول نے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعود کے بارہ میں ان الفاظ میں بشارت دی:
"تیس برس کے بعد انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ مجدد یعنی موعود (قدرت ثانیہ) ظاہر ہوگا"۔ (حیات نور صفحہ ۴۰۲)
دسمبر ۱۹۱۲ء میں حضور نے یہ الفاظ فرمائے اور ۱۹۴۴ء کے شروع میں گویا عین تیس سال کے بعد حضرت خلیفہ المسیح ثانی نے موعود خلیفہ اور مصلح موعود اور پسر موعود ہونے کا باذن الٰہی اعلان فرمایا۔ اور پیشگوئی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔
(۶) حضرت خلیفہ المسیح اول نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو جو ۱۹۱۴ء میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ساتھ مصر تعلیم حاصل کرنے گئے تھے ایک خط میں لکھا:
"تمہیں وہاں کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تم قادیان واپس آؤ گے تو ہمارا علم قرآن پہلے سے انشاء اللہ بڑھا ہوا ہوگا۔ اور اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا"۔ (الفضل یکم اپریل ۱۹۱۴ء بحوالہ حیات نور)
اسی طرح آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو فرمایا:
"اگر میری زندگی میں قرآن ختم نہ ہوا تو بعد ازاں میاں صاحب سے پڑھ لینا"۔ (الفضل جلد ۱۸ نمبر ۱۰۶)
آپ کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سیدنا محمود کے آئندہ جانشین ہونے پر کس قدر محکم یقین رکھتے تھے۔
(۷) سیدنا حضرت محمود کے مصلح موعود اور پسر موعود ہونے پر آپ کو اس قدر یقین تھا کہ اپنی وفات سے چھ ماہ قبل جب حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کی:
"مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں"۔ اس پر حضرت خلیفہ اول نے فرمایا "ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ جب پیر صاحب موصوف نے یہ الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو ان پر حضرت خلیفہ الاول نے تحریر فرمایا " یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمد صاحب سے کہے ہیں۔ نورالدین ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء"۔ (رسالہ پسر موعود صفحہ ۳۸)

(۸) حضرت خلیفہ المسیح اول کے نزدیک آئندہ خلافت جاری رہنی تھی اور آپ اللہ تعالیٰ کے دئیے ہوئے علم کے مطابق یہ بات جانتے تھے کہ آپ کے بعد سیدنا محمود خلیفہ ہوں گے۔ اس بات کی تصریح اس واقعہ سے ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ المسیح ثانی کا ہی بیان ہے۔ فرماتے ہیں:

"جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء کے چند ہی دن بعد حضرت خلیفہ المسیح بیمار ہوگئے۔ اور آپ کی علالت روز بروز بڑھنے لگی مگر ان بیماریوں کے دنوں میں بھی آپ تعلیم کا کام کرتے رہے۔ مولوی محمد علی صاحب قرآن شریف کے بعض مقامات کے متعلق آپ سے سوال کرتے اور آپ جواب لکھواتے اور لوگوں کو بھی پڑھاتے۔ ایک دن اسی طرح پڑھا رہے تھے۔ مسند احمد کا سبق تھا آپ نے پڑھاتے پڑھاتے فرمایا مسند احمد حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ بخاری کا درجہ رکھتی ہے مگر افسوس ہے کہ اس میں بعض غیر معتبر روایات امام احمد حنبل کے ایک شاگرد اور ان کے بیٹے کی طرف سے شامل ہو گئی ہیں جو اس پایہ کی نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اصل کتاب کو الگ کر لیا جاتا۔ مگر افسوس کہ یہ کام میرے وقت میں نہیں ہوا۔ اب شاید میاں کے وقت میں ہو جائے۔ اتنے میں مولوی سید سرور شاہ صاحب آگئے۔ آپ نے ان کے سامنے یہ بات پھر دہرائی کہ ہمارے وقت میں تو یہ کام نہ ہوسکا آپ میاں کے وقت میں اس کو پورا کریں۔ یہ بات وفات سے دو ماہ قبل بیان فرمائی"۔ (اختلافات سلسلہ کی تاریخ صفحہ ۸۸۔ بحوالہ حیات نور صفحہ ۴۰۰)

(۹) حضرت مسیح موعود......... کے ایک مخلص رفیق میاں غلام حسین صاحب سکنہ عارف والا ضلع ساہیوال کا حلفیہ بیان ہے:

"خاکسار کو رویاء میں دکھایا گیا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر حضرت اماں جان کی جھولی میں آپڑا ہے۔ پھر دوسری رویا میں دکھایا گیا کہ حضرت خلیفہ اول کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ ان کی نصرت ہوگی اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی۔ یہ دونوں خوابیں میں نے لکھ کر حضرت خلیفہ اول کے حضور بھیج دیں آپ نے جواب میں لکھا کہ "آپ کی خوابیں مبارک ہیں" پھر جب میں قادیان جلسہ سالانہ پر گیا تو علیحدگی میں بندہ نے روبرو میاں عبدالحئی مرحوم حضرت خلیفہ اول سے عرض کیا کہ یا حضرت جو خوابیں میں نے آپ کو تحریر کی تھیں ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ حضرت خلیفہ اول اور میاں عبدالحئی صاحب چارپائی پر بیٹھے تھے اور میں نیچے پیڑھی پر بیٹھا تھا۔ حضور نے جھک کر مجھ کو فرمایا "اسی لئے تو اس کی ابھی سے مخالفت شروع ہوگئی ہے"۔ پھر میں نے عرض کیا یا حضرت! سچے کا نشان بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہو آپ نے فرمایا "ہاں سچے کا یہی نشان ہوتا ہے"۔ (الفضل یکم فروری ۱۹۳۸ء۔ بحوالہ حیات نور صفحہ ۴۰۱)

(۱۰) حضرت خلیفہ المسیح الثانی کا اپنا بیان ہے کہ

"حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امتہ الحئی نے مجھ کو رقعہ لکھا (اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی) کہ مولوی صاحب مرحوم ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میاں صاحب سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں۔ اس لئے میں اپنے والد کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں۔ وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کو جاری رکھیں"۔ (الفضل یکم فروری ۱۹۳۸۔ بحوالہ حیات نور صفحہ ۴۰۲)

(۱۱) ایک شخص نے حضرت خلیفتہ المسیح اول سے مصافحہ کیا تو آپ نے اسے فرمایا "میاں صاحب سے بھی مصافحہ کر لو شاید ہمارے بعد ان کے ہاتھ پر تمہیں بیعت کرنی پڑے"۔ (الفضل ۴ اگست ۱۹۳۷ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ چہارم)

مندرجہ بالا واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول وحی و علم کی بنا پر یقین رکھتے تھے کہ آپ کے بعد ہونے والا امام اور خلیفہ سیدنا محمود ہوں گے۔

(۱۲) حضرت خلیفہ اول کی نظر میں سیدنا المصلح الموعود کی کس قدر عزت اور قدر و منزلت تھی اور آپ کی مقدس شخصیت سے کتنے متاثر تھے۔ آپ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے مترشح ہوتا ہے۔

(الف) حضرت مسیح موعود......... کی زندگی میں ہی آپ سیدنا حضرت محمود کی نیکی، تقویٰ کے پیش نظر کوشش فرماتے رہے کہ آپ کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے کہ آپ خلافت کے بار گراں کو سنبھال سکیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

"میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں تین آدمی موجود ہیں۔ اول میں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے اور میرا بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قربت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں"۔ (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء۔ بحوالہ حیات نور صفحہ ۲۳۰۔۴۲۲)

پھر آپ نے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو بیعت کے بعد پہلی تقریر میں فرمایا:

"میں چاہتا تھا کہ حضرت کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا اور اسی واسطے میں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا"۔ (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

حضرت خلیفہ اول کو حضرت خلیفہ ثانی سے بے پناہ انس تھا۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کی مجلس میں جاتے تو آپ کھڑے ہوجاتے اور اپنی مسند پر آپ کو بٹھاتے۔ کبھی اچھی اچھی کتابیں آپ کو منگوا کر دیتے بعض اوقات فرماتے:

"میاں! جب قرآن کریم کا سبق پڑھتے ہیں تو بہت سی آیات مجھے حل ہوجاتی ہیں۔ جن باریکیوں کو یہ پہنچ جاتے ہیں میرا واہمہ بھی وہاں تک نہیں پہنچتا"۔ (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۶۰۹ بحوالہ الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۸۰)

سیدنا حضرت خلیفہ ثانی کا بیان ہے کہ حضرت خلیفہ اول کے پاس چونکہ میرے ساتھ حافظ روشن علی صاحب بھی پڑھا کرتے تھے اور وہ اکثر سوالات بھی کیا کرتے تھے۔ مجھے بھی شوق پیدا ہوا تو میں نے بھی سوالات شروع کر دیئے۔ ایک دو روز تو آپ نے برداشت کیا۔ تیسرے روز فرمانے لگے:

"میاں! حافظ تو مولوی ہیں وہ سوال کرتے ہیں تو میں جواب بھی دے دیتا ہوں۔ لیکن تمہارے سوال کا میں جواب نہیں دوں گا۔ مجھے جو کچھ آتا ہے تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو نہیں آتا وہ بتا نہیں سکتا۔ تم بھی خدا کے بندے ہو میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو اور میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں۔ اسلام پر اعتراضات کا جواب دینا صرف میرا ہی کام نہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ تم سوچو اور اعتراضات کے جواب دو مجھ سے مت پوچھا کرو"۔ (حیات نور صفحہ ۵۷۹)

(ب) سیدنا محمود کی نیکی اور تقویٰ ہی تھا کہ ایک مرتبہ جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت میاں صاحب سے فرمایا کہ:

"میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی"۔ (الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۱ء)

(ج) سیدنا حضرت محمود کی کامل فرمانبرداری اور فدائیت کے بارہ میں احمدیہ بلڈنگس کی تاریخی تقریر میں آپ نے فرمایا:

"اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے۔ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے"۔ (حیات نور صفحہ ۵۵۸)

پھر فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں

آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں"۔ (حیات نور صفحہ ۵۵۸)
اس کے بعد فرمایا:
میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں"۔ (حیات نور صفحہ ۵۸۸)

(د) مکرم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا کا بیان ہے کہ "حضرت خلیفہ اول کی مجلس میں جب بھی حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب تشریف لاتے تو حضور ان کے لئے آدھا گدیلا خالی کر دیتے اور اس پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے"۔ (حیات نور صفحہ ۵۹۱)

مکرم شوق محمد صاحب آف لاہور کا بیان ہے کہ
"حضرت خلیفۃ المسیح الاول حضرت میاں صاحب کے لئے اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ "اے مولا! اے میرے قادر مطلق مولا! اس کو زمانہ کا امام بنادے"۔ بعض اوقات فرماتے "اس کو سارے جہاں کا امام بنادے"۔ مجھ کو حضور کا یہ فقرہ اس لئے چبھتا کہ آپ کسی اور کے لئے ایسی دعا نہیں کرتے۔ صرف ان کے لئے کرتے ہیں۔ چونکہ طبیعت میں شوخی تھی اس لئے میں نے ایک روز کہہ دیا کہ آپ میاں صاحب کے لئے اس قدر عظیم الشان دعا کرتے ہیں کسی اور کے لئے اس قسم کی دعا کیوں نہیں کرتے۔ اس پر حضور نے فرمایا "اس نے تو امام ضرور بننا ہے۔ میں صرف حصول ثواب کے لئے دعا کرتا ہوں ورنہ اس میں میری دعا کی ضرورت نہیں"۔ (حیات نور صفحہ ۵۹۲)

مذکورہ بالا واقعات اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ارشادات سے پوری طرح واضح اور عیاں ہے کہ سیدنا حضرت محمود کا مبارک اور مقدس وجود ہی پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق اور قدرت ثانیہ کا مظہر ہے۔ حضرت خلیفہ اول کی روحانی بصیرت اور علم لدنی نے بہت پہلے ہی بھانپ لیا تھا کہ یہی وہ مطہر و مقدس وجود ہوگا جو ان کے بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مشن کی تکمیل اور غلبہ "دین حق" کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دے گا۔
(انتخاب از مجلہ جامعہ)

بقیہ از 52

کے ساتھ بی کو چھیڑنا اور چڑانا شروع کر دیا۔
حضرت ابا جان نے یہ دیکھ کر بی کو اپنے قریب بلایا اور پوچھا کہ تمہیں خاکروب نے کس جگہ پیار کیا تھا۔ اس نے اپنے گال پر انگلی رکھ کر بتایا کہ اس جگہ پیار کیا تھا۔ حضور نے بی کو اپنے ساتھ چمٹا کر عین اسی جگہ اس کو چوما اور فرمایا بس اب چپ کر جانا میں نے تمہیں پیار کر لیا ہے اور بچے جو بی کو چھیڑ رہے تھے حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ (انتخاب از مصباح جنوری 64ء مجلہ الجامعہ)

غ۔ز۔ل

زباں پہ پہرے بٹھانے والو! سنو کہ شعلہ فشاں ہوئے ہیں
تمام حلقے ہماری زنجیر پا کے پھر یک زباں ہوئے ہیں

سمومِ غم میں ہمارے سینوں کا ایک اک زخم تازہ تر ہے
تمام پژمردہ حوصلے پھر سے کھل اٹھے ہیں جواں ہوئے ہیں

وہ چند قطرے لہو کے امشب نہاں ہیں جو آنسوؤں میں یارب
ترے کرم تیرے لطفِ پیہم سے آج پھر بیکراں ہوئے ہیں

اسی لہو میں قلم ڈبو کر تمہاری تقدیر لکھ رہا ہے
ہمارا مالک کہ جس کی رحمت سے آج ہم کامراں ہوئے ہیں

بہائے روز اتنے اشک شب بھر، کہ سجدہ گاہیں مہک رہی ہیں
بجائے انجم فلک پہ بھی پارہ ہائے دل ضوفشاں ہوئے ہیں

بہار آئی تو اہل دل کی گرفتگی اور بڑھ گئی ہے!
نظر سے ہٹ کر اگرچہ کچھ چہرے دل میں جلوہ کناں ہوئے ہیں

(محمد ظفر اللہ خان۔ دار الصدر شمالی)

حضرت مصلح موعود...... اور عبادت الٰہی

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب

عبادت الٰہی کے غیر معمولی ذوق و شوق کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود۔۔۔اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں؛

محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں اورسامنے خدا ہو

سوانح فضل عمر جلد اول میں حضرت مصلح موعود۔۔۔کے بچپن سے ہی عبادت میں غیر معمولی ذوق و شوق کے بارہ میں ذکر ملتا ہے چنانچہ اس کے مصنف حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لکھتے ہیں؛

"بچپن سے ہی آپ کو عبادت الٰہی کا ذوق و شوق پیدا ہوا اور کم سنی میں ہی آپ نیم شبی عبادتوں کے عادی ہوگئے۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نماز پنجوقتہ کے علاوہ تہجّد کی نماز بھی بالا لتزام ادا کیا کرتے تھے اور نماز کی ادائیگی محض رسمی اور ظاہری نہ تھی بلکہ بڑے خشوع و خضوع اور سوز و گداز کی حامل ہوا کرتی تھی۔ ایک بچے یا نوجوان کا نمازوں میں گریہ و زاری کرنا اور سجدوں میں دیر تک پڑے رہنا یقیناً بڑوں کے لئے باعث تعجب ہے خصوصًا اس وقت جب کہ ایسے بچے کو کوئی ظاہری صدمہ نہ پہنچا ہو اور فکر کی کوئی دوسری وجہ بھی نظر نہ آئے۔ یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے اور دل میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر اس بچے پر کیا بیتی ہے جو راتوں کو چھپ چھپ کر اٹھتا اور بلک بلک کر اپنے رب کے حضور روتے ہوئے اپنے معصوم آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے! یہی تعجب شیخ غلام احمد صاحب واعظ کے دل میں بھی پیدا ہوا جو ایک نو مسلم تھے اور حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد و زاہد اور صاحب کشف و الہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات بیت مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں مگر جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص

سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہوگیا اور میں بھی دعا میں محو ہوگیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے (دین حق) کو زندہ کرکے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے"۔ (الفضل ١٦ فروری ١٩٦٨ء)

آپ کے غیر معمولی ذوق عبادت اور غیر معمولی تقویٰ کی وجہ سے حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول۔۔۔۔نے اپنی علالت کے دوران آپ کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا۔ کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا "مجھے محمود جیسا ایک بھی متقی نظر نہیں آتا"۔ (الفضل ١٩ جنوری ١٩٣٠ء)

اور آخری بیماری میں جو تاریخی وصیت آنے والے خلیفہ کے بارے میں فرمائی وہ یہ تھی۔ فرمایا؛

"۔۔۔میرا جانشین متقی ہو۔ ہر دلعزیز، عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام "۔ (الحکم ٧ مارچ ١٩١٤ء)

خدا کی تقدیر میں اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا بابرکت وجود ہی ایسا تھا جو ان تمام خوبیوں کا حامل تھا اس لئے خلافت ثانیہ کی ردا اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد آپ کو پہنائی۔ آپ نے انتخاب خلافت پر اپنے پہلے خطاب کے آخر میں فرمایا؛

"۔۔۔اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعود۔۔۔۔کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں میں نے سلسلہ کے افراد کے لئے دعا نہ کی ہو مگر اب آگے سے بھی زیادہ یاد رکھوں گا۔ مجھے کبھی پہلے بھی دعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔۔۔۔"۔ (الفضل ٢١ مارچ ١٩١٤ء)

قرآن کریم حفظ کرنا نہایت اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ (حضرت مصلح موعود)

ایک زمانہ اس امر کا شاہد ہے کہ حضرت مصلح موعود نے اپنی خلافت کے سارے زمانہ میں جو نصف صدی سے زائد عرصہ پر پھیلا ہوا ہے عبادات اور دعاؤں کو مقام محمود تک پہنچایا اور جماعت کو بھی اس کا عرفان بخشا۔ ابتلاء اور خطرات کے دنوں میں بعض اوقات ساری ساری رات حضور عبادت میں سجدہ ریز ہوتے رہے اور جماعت اور ساری بنی نوع انسان کے لئے دعائیں کرتے رہے اور مجسم عبادت اور مجسم دعا بن گئے۔

۱۹۵۷ء میں آپ کی لمبی اور خطرناک بیماری کے دوران آپ کی بہن سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے تحریک دعائے خاص کے نام سے ایک نظم لکھی اور اس میں آپ کے عبادت کے ذوق و شوق کو ان الفاظ میں ادا فرمایا

"گریہ یعقوب"نصف شب خدا کے سامنے

" صبر ایوبی " برائے خلق با خندہ جبیں

اور ان درد بھرے الفاظ میں آپ کی صحت کے لئے دعا کی خاص تحریک فرمائی

قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اسکے واسطے

ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

عبادات کے ذوق و شوق کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعود۔۔۔کو غیر معمولی خدمت دین کی توفیق ملی اور ایک نور عطا ہوا اور آپ کے ذریعے دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ آپ کے ذریعہ بہت سے اخبار غیبیہ ظاہر ہوئے اور علوم و معارف کا اظہار ہوا۔ حضرت خلیفتہ المسیح الثالث نے آپ کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر آپ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ؛

"۔۔۔خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ ہم سے رخصت ہونے والا آقا اور محبوب واقعی الٰہی نوروں میں سے ایک نور تھا جو ۱۲ مارچ ۱۹۱۴ء کو ہمارے افق پر طلوع ہوا اور ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی صبح کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق آسمان کی طرف اٹھایا گیا"۔ (خطاب جلسہ سالانہ مطبوعہ الفضل ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء)

حضرت مصلح موعود۔۔۔ کی شدید خواہش تھی کہ ساری جماعت مجسم عبادت و دعا بن جائے اور نمازوں کو سنوار کر اور نوافل و تہجّد سے سجا کر اور سارے آداب ملحوظ رکھ کر عبادت کا حق ادا کرے۔ چنانچہ آپ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے؛

"ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کا پابند ہو۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نمازوں کو وقت پر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کو سوچ سمجھ کر اور ترجمہ سیکھ کر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ علاوہ فرضی نمازوں کے رات اور دن کے اوقات میں نوافل بھی پڑھا کرے۔ ہرشخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کے اندر محویت پیدا کرے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق یا تو وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو یا وہ اپنے دل میں یہ یقین رکھتا ہو کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔
پھر ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ فرائض اور نوافل اس التزم سے اور باقاعدگی سے ادا کرے کہ اس کی راتیں بھی دن بن جائیں۔ اسی طرح تہجّد کی مناجات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ جب تک کوئی شخص اپنی نمازوں کی اس رنگ میں حفاظت نہیں کرتا اس وقت تک اس کا یہ امید کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے گا ایک وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا"۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول)
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو سارے آداب ملحوظ رکھ کر نمازوں اور عبادات کی حضرت مصلح موعود۔ کی طرح توفیق عطا فرمائے اور آپ کے مقام کو اپنے قرب میں بڑھاتا رہے۔ آمین

احمدیوں کے نوجوان ابدال ہونے چاہئیں۔ (حضرت مصلح موعود)

نتیجہ مقابلہ معلومات نمبر 7

اس مرتبہ ہمیں 16 حل موصول ہوئے جن میں صرف ایک حل درست تھا جو کہ مکرم نعیم احمد عزیز صاحب نے دارالعلوم وسطی ربوہ سے بھیجا تھا اور اس طرح انہوں نے اول انعام حاصل کیا۔
علاوہ ازیں درج ذیل افراد نے حصہ لیا۔
رانا ساجد نعیم (ڈسکہ)۔ محمد زمان ذکی، محمد رحمان طاہر، ضیاء الرحمان، شاہد احمد (تھال۔ گجرات)۔ امتہ الصبور شبرہ، امتہ النور منصورہ، شیخ حامد احمد طارق، شیخ عثمان عبداللہ، خالد ناصر عثمان (دارالرحمت شرقی الف ربوہ)۔ حلیم احمد، عبدالنور (دارالصدر شرقی ربوہ)۔ محمد افضل شہزاد، مرزا وسیم احمد (خانیوال شہر)۔ محمد نعیم الدین (تربیلا۔ ضلع ایبٹ آباد)

حضرت مصلح موعود.... چند یادیں

مکرم مولانا محمد احمد صاحب جلیل

تقسیم ملک سے پہلے قادیان کے زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی گرمیوں میں ڈلہوزی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ۱۹۳۲ء کی بات ہے حضور ڈلہوزی میں موتی ٹبہ نامی پہاڑی پر لارنس ہال کوٹھی میں مع اہل ۔۔۔ قیام فرما تھے۔ پرائیویٹ سیکریٹری کا عملہ اور دیگر کارکنان وغیرہ تھوڑے فاصلہ پر ٹیرہ ہال میں مقیم تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب اور میرے والد مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی ان دنوں ٹیرہ ہال میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب انگریزی تفسیر کے لئے اور میرے والد صاحب تفسیر کبیر کے سلسلہ میں حضور کے ہمراہ گئے ہوئے تھے۔ میں نے ان دنوں مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ والد صاحب نے امتحان کے بعد مجھے بھی کچھ دنوں کے لئے وہاں بلالیا۔

ٹیرہ ہال کے ساتھ میدان میں ایک بڑا خیمہ نصب تھا جس میں پانچوں نمازیں اور جمعہ ادا کیا جاتا تھا۔ برسات کا موسم تھا۔ نمازیں قریباً جمع ہوتی تھیں۔ ایک روز جب حضور مغرب کی نماز پڑھا چکے تو حضرت مولوی شیر علی صاحب نے حسب معمول عشاء کی اقامت شروع کی۔ حضور نے فرمایا کہ کیا بارش ہو رہی ہے۔ جب باہر دیکھا گیا تو بارش نہیں ہو رہی تھی۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ نماز جمع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور حضور نصف گھنٹہ کے قریب بیٹھے احباب سے گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد دوبارہ اقامت کہی گئی اور عشاء کی نماز ادا کی گئی۔

(۲) ایک روز حضرت خلیفۃ المسیح عشاء کی نماز کے بعد کچھ دیر غالباً تسبیح کرنے کے بعد جب تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت مولوی شیر علی صاحب دو رکعت نماز سے سلام پھیر کر چند قدم حضور کے ساتھ مشایعت کے لئے گئے اور واپس آکر ایک رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ میرے والد صاحب نے دیکھا اور ان سے کہا کہ ایک رکعت کی تو کوئی نماز نہیں ہوتی۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا میں نے دو رکعت وتر پڑھ کر سلام پھیرا تھا اور حضور کی مشایعت کے بعد واپس آکر باقی ایک رکعت ادا کی ہے۔ اس پر میرے والد صاحب نے کہا کہ وتروں کے درمیان دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر تیسری رکعت الگ پڑھنا تو درست ہے لیکن اتنا وقفہ کرنا قابل غور ہے۔ اس پر حضور کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا تو حضور نے فرمایا "اتنے وقفہ سے کوئی حرج نہیں"۔ اس پر بات ختم ہو گئی

(۳) قادیان میں واقفین ایک خاصی تعداد میں ایک وقت میں جمع ہو گئے تھے جو بیرون ملک تبلیغ کے لئے تیار ہو رہے تھے ان میں سے اکثر گریجوایٹ یا مولوی فاضل تھے۔ مجھے یاد ہے ان میں محترم ملک سیف الرحمن صاحب مرحوم اور چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب بھی شامل تھے۔ ان کی تدریس کے لئے باقاعدہ مدرسہ کی شکل بن گئی تھی جنہیں مولوی ارجمند خان صاحب، مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی اور مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری اور بعض اور استاد مختلف مضامین پڑھاتے تھے۔ پرنسپل حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب تھے جو جامعہ احمدیہ سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ نصاب یا طریق تعلیم کے بارہ میں اساتذہ میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب اور کچھ طالب علم ایک رائے پر تھے۔ باقی اساتذہ اور طلباء کی دوسری رائے تھی اور اچھی خاصی اس موضوع پر بحث رہتی تھی اور ایک رنگ میں دو آراء کا بالمقابل محاذ بن گیا تھا۔ بالآخر یہ معاملہ دفتر انچارج تحریک جدید کے توسط سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور نے جو فیصلہ فرمایا وہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کی رائے سے

مختلف تھا اور دوسرے اساتذہ کی رائے کے مطابق تھا۔ اس سے متعلق حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب اس موضوع پر کلاس میں اکثر گفتگو فرماتے اور اپنے موقف پر غیر معمولی زور دیا کرتے تھے۔ لیکن جب حضور کا فیصلہ آگیا تو حضرت مولوی صاحب کی زبان پر کلاس میں یا علیحدگی میں اس بارہ میں کبھی کوئی لفظ یا کلمہ نہیں آیا اور حضور کے فیصلہ کو پوری طرح تسلیم کرلیا۔

(۴) ڈلہوزی کا ہی واقعہ ہے ۱۹۴۰ء کے اردگرد کی بات ہے۔ حضور کی اپنی کوٹھی زیر تعمیر تھی اور حضور قریب ہی ایک کوٹھی میں رہائش پذیر تھے اور واقفین کی کلاس مع اساتذہ ان دنوں ڈلہوزی میں آئی ہوئی تھی اور کئی غیر احمدی بزرگان بھی ڈلہوزی میں گرمیاں گزارنے کے لئے مقیم تھے۔

حضور روزانہ قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اور اکثر احباب جماعت سننے کے لئے حاضر ہوتے جن کی تعداد پچاس سے کم نہ ہوتی تھی۔ کمرہ درس سامعین سے بھر جاتا تھا۔ ایک دن درس کے دوران حضور اس امر پر روشنی ڈال رہے تھے کہ یہ بات غلط ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب طاقت حاصل ہوگئی تو پھر جنگ کا ارادہ کیا۔ حضور نے فرمایا کہ جنگ بدر کے وقت بھی مسلمان انتہائی کمزوری کی حالت میں تھے اور لڑائی کے قابل نہ تھے اور فرمایا کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر جنگ کے لئے چیلنج دینا پڑتا تو مسلمان اس سے گریز کرتے۔ اس کے لئے حضور نے قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ کیا جس کے الفاظ حضور کو اس وقت یاد نہ تھے۔ حافظ قدرت اللہ صاحب اس وقت مجلس میں موجود تھے۔ حضور نے پوچھا حافظ صاحب وہ کونسی آیت ہے۔ حافظ صاحب کو اس وقت وہ آیت یاد نہ آئی اور حضور کی تقریر میں وقفہ ہوگیا۔ خاکسار پیچھے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ میرے ذہن میں وہ آیت آگئی اور میں نے وہ آیت سنائی جو یہ تھی۔ ولو تواعد تم لاختلفتم فی المیعاد۔ حضور سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہاں یہی آیت ہے۔ اس کے بعد حضرت حافظ روشن علی صاحب کا تذکرہ فرمایا کہ جب بھی میں تقریر کرتا اور مجھے کسی آیت کی ضرورت ہوتی تو ان کا ذہن اور حافظہ اتنا تیز تھا کہ فوراً وہ آیت بتا دیتے۔ میں اکثر انہیں سفر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اسی لئے لندن کانفرنس میں بھی میں انہیں ساتھ لے گیا تھا۔

(۵) ۱۹۳۳ء میں جب حضور ڈلہوزی میں قیام فرماتھے اور وہیں پر حضور کی ڈاک جایا کرتی تھی۔ وہاں پر ڈاکخانہ کا جو عملہ تھا ان میں سے بعض احراری مزاج کے تھے اور وہ پرائیویٹ سیکرٹری کی ڈاک میں کچھ گڑبڑ کرتے تھے۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے اعلیٰ حکام سے اس بات کی شکایت کی گئی۔ جس پر ان کی انکوائری ہوئی کچھ دنوں کے بعد ڈاکخانہ کے عملہ کے کچھ لوگ حضور سے ملنے آئے۔ آپ نے ان سے ملاقات کی اور انہیں چائے وغیرہ پیش کی۔ ہم کمرے کے باہر سے دیکھ رہے تھے کہ دوران گفتگو وہ لوگ ناشائستگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور بلند آواز سے اور آداب کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں باہر سے ان پر شدید غصہ آرہا تھا کہ انہیں روکا کیوں نہیں جاتا مگر حضور پرنور کا یہ حال تھا کہ آپ بڑے پیار اور بڑے آرام سے ان کی باتوں کا جواب دے رہے تھے اور ان کی ناشائستہ گفتگو پر کسی رنگ میں ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم برادرم عطاء الرحمان صاحب محمود مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ 12 جنوری 91ء کو بچی سے نوازا ہے بچی کا نام ذروۃ الھدیٰ رکھا گیا ہے۔ بچی تحریک وقف نو میں شامل ہے۔ نومولود مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب محلہ دارالصدر شرقی کی پوتی اور مکرم ماسٹر عبد المنان صاحب شکور پارک ربوہ کی نواسی ہے۔

احباب جماعت سے بچی کے نیک اور خادمہ دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مصلح موعود کا اپنے خدام سے حسن سلوک

مکرم صوبیدار عبد المنان صاحب دہلوی۔ سابق افسر حفاظت خاص

پیارے آقا حضرت مصلح موعود کی زندگی سے وابستہ میری یادیں ناقابل فراموش ہیں اور میرے لئے سرمایہ حیات سے کم نہیں۔ ان سب کو لکھوں تو کیسے؟ اور شمار کروں تو کسطرح؟ چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور اپنے خدام کے ساتھ کسقدر پیار کا سلوک فرماتے تھے اور ساتھ ساتھ کس انوکھے انداز سے چند فقروں میں زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتے تھے۔

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب یہ عاجز عملہ حفاظت کے افسر کی حیثیت سے حضرت مصلح موعود..... کے خدام میں شامل ہوا تھا۔ انہی دنوں میں مجھے حضور کے ہمراہ ایک شادی میں شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ شادی صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے فرزند گرامی محترم مرزا خورشید احمد صاحب کی تھی۔ معمول کے مطابق میں ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور حضرت مصلح موعود..... حضرت سیدہ ام متین اور حضرت سیدہ مہر آپا کے ہمراہ پچھلی نشست پر تشریف فرما تھے۔ کار روانہ ہونے والی تھی کہ محترم غلام محمد اختر صاحب (مرحوم) بھی تشریف لے آئے اور میرے برابر بیٹھ گئے۔ ایک سیٹ اور دو افراد دونوں کے جسم اچھے خاصے تنومند بہر حال جس طرح بھی ہوا پھنس پھنسا کر بیٹھنا پڑا۔ جب کار بیت المبارک کی محراب کے قریب پہنچی تو محترم سید میر محمود احمد صاحب بھی انتظار میں کھڑے تھے کہ حضور کی معیت کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ میر صاحب نے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔ ایک سیٹ پر پہلے ہی دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے تیسرے کی گنجائش کہاں؟ آخر میر صاحب میری گود میں آ بیٹھے۔ اب دروازہ بند ہو تو کیسے؟ جب حضور کی نظر اس منظر پر پڑی اور آپ نے محسوس فرمایا کہ سارا بوجھ منان پر پڑ گیا ہے اور یہ دبا جا رہا ہے تو آپ نے نہایت شفقت بھرے انداز میں فرمایا کہ "منان لمبا بہت اے نئیں تے اسیں اینوں اپنی گود وچ بٹھالیئے"۔ حضور کا مطلب یہ تھا کہ منان لمبے قد کا آدمی ہے ورنہ میں اسے اپنی گود میں بٹھالیتا۔ میں نے آپ کی ذرہ نوازی سے مسحور ہو کر عرض کیا کہ "حضور میں تو اپنے آپ کو پہلے ہی آپ کی گود میں بیٹھا دیکھتا ہوں"۔ آپ میرا یہ جواب سن کر مسکرا دیئے اور میں نے محسوس کیا کہ حضور نے میرے جذبات عقیدت کو قبول فرمالیا۔ (۲) ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مصلح موعود..... قصر خلافت کی سیڑھیوں سے اتر کر نماز کے لئے جا رہے تھے۔ نیچے ایک طرف مولوی عبد الرحمان صاحب انور (مرحوم سابق پرائیویٹ سیکرٹری) کھڑے ہوئے تھے اور دوسری طرف یہ عاجز حضور کا منتظر تھا۔ اس وقت میں نے دھوپ کی عینک لگائی ہوئی تھی۔ جب حضور میرے قریب پہنچے تو فرمایا کہ "صوبیدار صاحب آپ نے عینک شاید اس لئے لگا رکھی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ عینکوں کا کاروبار کیا کرتے تھے"۔ میں نے عرض کیا کہ "حضور میں نے تو عینک اس لئے لگائی ہے کہ جب میں حفاظتی فرائض ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوں تو کوئی یہ نہ دیکھ سکے کہ میں کسے دیکھ رہا ہوں اور میں ہر طرف دیکھ سکوں۔ میرا یہ جواب سن کر حضور مسکراتے ہوئے بیت مبارک میں داخل ہو گئے۔ ساتھ ساتھ میں بھی حضور کے پیچھے بیت مبارک میں داخل ہو کر دائیں طرف اپنی ڈیوٹی پر کھڑا ہو گیا۔

یہ واقعہ اس لئے سپرد قلم کیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو سکے کہ حضرت مصلح موعود...... اپنے خدام کی فرائض کی ادائیگی میں ان کے ساتھ ہلکا پھلکا مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے تاکہ خدام ذہنی طور پر ہشاش بشاش رہیں۔

(۳) افریقہ کے ملک برٹش گی آنا کے ایک نوجوان رحیم بخش صاحب دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ آئے ہوئے تھے اور جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ مزاج پر سیر و سیاحت کا غلبہ تھا اور آئے دن ربوہ اور لاہور کے درمیان ان کی آمد و رفت رہتی

تھی۔ کسی طرح حضور کو بھی علم ہوگیا کہ یہ نوجوان اپنا وقت عزیز ضائع کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک روز آپ بیت مبارک میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد قصر خلافت واپس جا رہے تھے کہ شمالی دروازہ کے قریب رحیم بخش صاحب اگلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے جب ان پر حضور کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا "مسٹر رحیم بخش وہائی آر یو ویسٹنگ یور ٹائم"۔ (مسٹر رحیم بخش آپ اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں)۔ اتنا سننا تھا کہ مسٹر رحیم بخش فوراً کھڑے ہوگئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ عجز و انکسار کا پیکر بنے سر کو جھکائے ہوئے کھڑے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ حضور کو ان کے بے فائدہ نقل و حرکت کا علم ہے۔ حضور کی آواز سے تادیب کے ساتھ ساتھ ایسی جاذبیت کا اظہار ہو رہا تھا کہ جو صرف محسوس کرنے کی چیز تھی اور اس سے یہ تاثر صاف عیاں تھا کہ ایک نوجوان کو اس کے والدین نے ہزاروں میل دور سے اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ وہ جماعت کے مرکز میں رہ کر تعلیم دین حاصل کرے گا، روحانی ماحول میں اس کی تربیت ہوگی اور جب اپنے وطن واپس جائے گا تو علم اور تربیت کے ساتھ ساتھ روحانیت کا سرمایہ بھی لے جائے گا جسے اپنے ملک کے لوگوں میں بلاقیمت تقسیم کرے گا۔ لیکن یہ نوجوان جس سے اس کے والدین نے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں وہ یہاں غیر ضروری سیر و سیاحت میں اپنا وقت عزیز ضائع کر رہا ہے اس واقعہ کے بعد میں نے رحیم بخش صاحب کو ربوہ سے باہر جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جامعہ احمدیہ سے ہوسٹل، ہوسٹل سے جامعہ احمدیہ یا ہوسٹل سے بیت مبارک اور بیت مبارک سے ہوسٹل، بس یہ تھا ان کی نقل و حرکت کا دائرہ۔ آپ نے دیکھا کہ اس عظیم انسان نے چند فقروں کے ذریعہ ایک انسان کی زندگی میں کیسا مبارک انقلاب پیدا کر دیا۔ ۱۹۶۷ء میں جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ ثالث کی حیثیت سے یورپ کے پہلے دورے پر تشریف لے گئے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ آپ کی معیت میں ہی رحیم بخش صاحب سے بیت فضل لنڈن میں میری ملاقات ہوئی۔ میں نے رحیم بخش صاحب کو وہاں خدمت دین میں بڑا مستعد پایا، نمازوں میں غیر معمولی شغف، خلیفہ ثالث کی مجلس عرفان میں باقاعدگی سے شمولیت اور اپنے امام سے والہانہ عقیدت و محبت ان کی زندگی کے ایسے پہلو تھے جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ یہ ان ہی تادیبی الفاظ کا ثمرہ ہے جو حضرت مصلح موعود..... نے "وہائی آر یو ویسٹنگ یور ٹائم" کی صورت میں ارشاد فرمائے تھے۔

(۴) اب ایک واقعہ بالکل ذاتی سا جو صرف اس لئے بیان کر رہا ہوں تاکہ قارئین کرام کو اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ حضرت مصلح موعود کا تعلق اپنے خدام کے ساتھ صرف آقا و مالک کا نہیں تھا بلکہ حضور ان پر اس رنگ میں نگاہ توجہ فرماتے تھے کہ جیسے وہ ان کے خاندان کے افراد ہیں۔ ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف بھی حضور کی نظر جاتی تھی۔ چنانچہ ۹ جولائی ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے، جمعرات کا دن تھا۔ حضرت مصلح موعود ضلع سرگودھا کی ایک صحت افزا بستی "نخلہ" میں مقیم تھے۔ وقت سہ پہر کا تھا۔ آپ ایک کھلی جیپ میں بیٹھے سیر فرما رہے تھے اور میں چھتری سے حضور پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اسی اثناء میں آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "صوبیدار عبدالمنان کے بال لب سفید ہونے لگے ہیں"۔ یہ فقرے ادا کرنے کے بعد آپ خوب ہنستے رہے۔ یہ واقعہ میری ڈائری میں درج ہے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ ان الفاظ میں یہ نکتہ مضمر تھا کہ تیرے بال سفید ہونے لگے ہیں اس لئے اب عقبیٰ کی زیادہ فکر کر کیونکہ دنیا کے سفر کی یہ آخری منزل ہے اس کے بعد نئی منزل شروع ہوتی ہے جہاں بونے کا عمل نہیں ہوتا بلکہ یہاں جو بویا ہے وہاں صرف اس کے کاٹنے کا عمل ہوتا ہے اس لئے جو کچھ بونا ہے یہیں بولے اور وہ کچھ بو جسے کاٹتے وقت تجھے شرمندگی اور پریشانی نہ ہو۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس بابرکت و پرانوار وجود پر کہ جب تک زندہ رہا انوار ربانی تقسیم کرتا رہا اور جب دنیا سے گیا تو ہمارے لئے ان انوار کا ایک لافانی خزانہ چھوڑ گیا۔

قسط نمبر 4

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

HOW THE WEST WAS WON

تلخیص و ترجمہ: پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

قیامت کی نظر

کلیووین نے قافلے کی صورت سفر کرتی ہوئی ویگنوں کے دائرے پر نظر دوڑائی۔ وہ اب ریڈ انڈینز کے علاقے میں تھے اس لئے حملہ آور دستوں کے متعلق افواہیں گشت کر رہی تھیں۔ چنانچہ قافلے کے لوگ اور زیادہ محتاط ہوگئے۔ کلیو نے بڑی توجہ سے اپنے پستول کو صاف کیا۔

یہ بڑے نیلگوں دریا پر پہنچنے کے بعد سے پانچواں دن تھا اور وہ اچھی رفتار سے سفر کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ پہلے دن سترہ میل، دوسرے دن پندرہ میل اور تیسرے اور چوتھے دن انیس میل۔ اب تک گھاس اور پانی کی فراوانی تھی لیکن سب کو معلوم تھا کہ سفر کا کٹھن حصہ آئے گا۔ پڑاؤ کے بعد للی ویگن سے نکل کر آگ کی طرف آئی۔ اس نے کلیو کی ایک دو پتلونیں مرمت کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کلیوس کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا "مس پریسکاٹ! مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے آپ تو بڑی گھریلو قسم کی خاتون ہیں"۔ للی نے کہا "میرا آبائی گھر اپر نیویارک ریاست کے ایک فارم میں تھا اور مجھے اکثر اپنے بھائیوں کی پتلونیں مرمت کرنے کا موقع ملا ہے"۔ کلیو بولا "میرا کوئی بہن بھائی نہیں ہے"۔ للی نے کہا "میری ایک بہن ہے جو اوہائیو دریا کے کنارے رہتی ہے اس نے ایک کوہستانی آدمی لائنس رالنگز سے شادی کی ہے اور میرے دو بھائی بھی ہیں"۔ "اور والدین؟" "وہ اوہائیو دریا کے گرداب میں ڈوب گئے تھے۔ یہ تقریباً چار پانچ برس پہلے کی بات ہے"۔ اب کلیو نے کہا "للی میں اس بات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے تمہارے سامنے غلط بیانی کی تھی کہ میں تمہاری ویگن پر کیوں کام کرنا چاہتا ہوں۔ اب میں بڑی سنجیدگی سے کہتا ہوں کہ میں تمہارے لئے ایک وفادار شوہر بننے کی ذمہ داری اٹھانا چاہتا ہوں"۔ "اور میری جائیداد کی ذمہ داری بھی مسٹر کلیووین؟"۔ کلیو معصوم بنتے ہوئے فوراً بولا "واقعی؟ کس قسم کی جائیداد؟" "سونا مسٹر کلیووین ویلن! ٹنوں کے حساب سے سونا!" "لیکن مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں تھا"۔ اس پر للی نے طنزیہ انداز میں کہا بالکل! مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ یہ تو فقط ایک حسین اتفاق ہے"۔ "اتفاق؟" "ہاں یہ اتفاق ہی تو تھا کہ جب تم سٹیج کے عقب میں کھڑے تھے تو عین اس وقت مجھے اپنے ترکہ کی خبر ملی"۔ اتنے میں اگیتھا وہاں پہنچ گئی۔ للی نے دھاگہ توڑا اور مرمت شدہ پتلونیں کلیو کو پکڑا دیں۔

وہ رات خوشگوار حد تک خنک تھی اور آسمان بالکل صاف تھا۔ کلیو گہری سوچ میں پڑ گیا..... وہ للی...... وہ سب کچھ جان گئی تھی کہ وہ ویگن کے قافلہ میں کیوں شامل ہوا تھا۔ وہ شروع میں ہی اس کی اصلیت پہچان گئی تھی اس لئے صاف بات ہے کہ وہ اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔

الفاظ میں لپٹے موتی

ادھر للی کو وہ الفاظ یاد آنے لگے جو ایک بار اس کے والد نے کہے تھے "عورت کو زندگی گزارنے کے لئے ایک مستقل مزاج مرد کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ کسی بے فکرے اڑتے بادل کی!" پھر اسے

ہوئے تھے۔ اس نے چیخ کر کہا "ریڈانڈینز! بھاگو!"۔ کلیو نے اپنا پستول کھینچا اور حملہ آور ہندیوں (ریڈانڈینز) پر فائر کھول دیا۔ ایک ہندی نیچے گرتے ہی دم توڑ گیا۔ للی بھی اپنی سیٹ پر بیٹھی ایک شاٹ گن سے فائرنگ کر رہی تھی۔ مختلف ویگنیں قابو سے باہر ہو رہی تھیں۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی اور سریع الحرکت ہندیوں کو حملہ کرنے میں اور آسانی ہوگئی کسی طرف بھاگنے کی راہ نہ ملتی تھی۔ ہندی گھوڑسواروں سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی سوائے اس کے کہ ویگنوں کو دائرے کی شکل دے دی جائے کیونکہ صرف یہی طریقہ تھا جو ہمیشہ کامیاب رہتا تھا۔ کلیو برابر فائرنگ کر رہا تھا۔ ایک گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آرہے۔ کلیو کی ایک گولی ایک اور ہندی کو لگی اور وہ لڑکھڑا کر اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ جونہی گھوڑا کلیو کے قریب پہنچا وہ چھلانگ لگا کر اس پر سوار ہوگیا اور فوراً ویگنوں کی قطار کے سرے پر پہنچا۔ پھر اس نے زور سے پکارا "دائرہ۔ دائرہ بناؤ"۔ گیب فرینچ نے سب سے پہلے کلیو کی آواز سنی اور اس نے اپنی ویگن کو فوراً گھما دیا۔ اس کے پیچھے دوسری ویگن بھی گھوم گئی۔ اس طرح ایک ایک کر کے تمام ویگنیں دائرے کی شکل اختیار کرنے لگیں۔ کلیو دیوانگی کے عالم میں گھوڑے پر سوار ہر سمت میں دوڑ رہا تھا اور لوگوں کو دائرہ بنانے پر مجبور کر رہا تھا۔

کلیو گھوڑے کی زین پر نیچے دبک کر تیز رفتاری سے گیا اور پستول کی گولی سے ایک ہندی کی چھاتی کو چھلنی کر دیا۔ پھر وہ اسی جگہ جا گھسا جہاں زور کا رن پڑ رہا تھا اور فائر پر فائر کرنے لگا۔ اچانک اس نے اپنے پہلو میں برچھی کی چبھن محسوس کی۔ اگلے ہی لمحے وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا اور پستول پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ایک ہندی اس کی طرف لپکا اور خنجر سے اس پر وار کرنے کو ہی تھا کہ کلیو نے بڑی مشاقی سے اپنی ٹانگیں اوپر کو اچھالیں اور ہندی کے سر کو اپنی ٹانگوں کی قینچی میں قابو کر لیا اور پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اس پر پے در پے مکے برسانے لگا۔ جب ہندی بے حال ہوگیا تو کلیو اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ جس طرح آناً فاناً یہ لڑائی شروع ہوئی تھی اسی طرح یکدم ختم بھی ہوگئی۔ ہندی پہاڑ کی دوسری جانب واپس چلے گئے۔ اس سارے معرکے پر صرف چند منٹ ہی صرف ہوئے تھے۔ اچانک کلیو کو نقاہت محسوس ہوئی۔ اب اسے اپنے زخم کا خیال آیا۔ لوگ اس کے پاس اس کا گھوڑا لائے اور وہ اس پر سوار ہوگیا۔ اس کا پہلو خون سے تر ہو رہا تھا۔ اس نے گھوڑے کا رخ ویگنوں کی طرف موڑا لیکن اسے خدشہ محسوس ہوا کہ وہ نیچے گر جائے گا اس لئے اس نے گھوڑے کو تھوڑی دیر کے لئے روک لیا۔ جب اسے اپنی حالت بہتر محسوس ہوئی تو وہ اپنے ساتھیوں کی ویگن تلاش کرنے لگا۔ یکلخت اس کی نظر للی پر پڑی۔

حسن کی دنیا

مغرب کی جانب ان کی امیدوں کا خطہ واقعہ تھا اور ویگنوں کا قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا........ دھوپ، بارش اور آندھی ہر موسم اور ہر حال میں۔ ویگنوں کے پہیوں سے غیر ہموار زمین پر عجیب موسیقی سنائی دیتی تھی۔ اب کلیو دن کم ہی ویگن پر سوار ہوتا تھا۔ اس کے ذمہ اب یہ کام تھے۔ راستے کا پتہ لگانا، پانی، گھاس اور ایندھن کا بندوبست کرنا، ہندیوں پر نگاہ رکھنا اور شکار کر کے گوشت مہیا کرنا۔ اب ان کا گائیڈ مورگن بھی اس پر زیادہ اعتماد اور انحصار کرنے لگ گیا تھا نیز وہ للی اور اگیتھا کی نظروں میں بھی قابل احترام بن گیا تھا۔ وہ کھانے کے اوقات کے علاوہ للی سے ملنے کی کبھی کوشش نہ کرتا۔ جب وہ عظیم سالٹ لیک صحرا کو عبور کر گئے تو ہندیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ بھی کم ہوگیا لیکن جوں جوں مغرب کی جانب بڑھتے جاتے تھے پانی، گھاس اور ایندھن کا مسئلہ پیدا ہونا قدرتی امر تھا۔ چونکہ کلیو میں چیزوں کا مشاہدہ کرنے اور نت نئی باتیں معلوم کرنے کا قدرتی رجحان پایا جاتا تھا اس لئے وہ ایک عمدہ نگران

اپنی بہن اور بہنوئی یاد آنے لگے۔ لائنس اپنی بیوی ایو کے لئے بہت اچھا خاوند ثابت ہوا تھا۔ للی کو یہ بھی یاد تھا کہ لائنس نے اسے بروقت امداد مہیا کی تھی جب کہ وہ قسمت آزمائی کے لئے مشرق کی جانب جانے کی غرض سے ان سے الگ ہوئی تھی۔ یہ رقم بہت زیادہ تو نہیں تھی لیکن اس سے اسے باوقار کپڑے، ایک ہارمونیم جیسا ساز اور بے کاری کے درمیانی عرصہ کے لئے گزارے کی رقم حاصل ہوگئی تھی۔ لائنس نے کھالیں فروخت کر کے تقریباً ساری رقم اس کے حوالے کر دی تھی۔ اسے وہ سماں خوب یاد تھا جب لائنس نے للی کو رقم تھماتے ہوئے بڑے پر شفقت لہجے میں کہا تھا "میری اور ایو دونوں کی خواہش ہے کہ تم یہ رقم قبول کر لو"۔ اور لائنس نے بطور نصیحت یہ بھی کہا تھا "جب کوئی سہانا تصور اس حد تک تم پر حاوی ہو جائے کہ تمہاری آنکھوں سے چھلکنے لگے تو بہتر ہے کہ تم اس کو لگام دو"۔ پھر اس نے کلہاڑی کے ایک دستے پر اپنا ہاتھ ٹکاتے ہوئے کہا "مجھے بھی ایک حسین تصور مغرب کے علاقے میں لے گیا تھا۔ اس طرح میں نے دور دراز کے علاقے اور چمکتے ہوئے پہاڑ دیکھے۔ میں ان دشوار گزار اور تیز و تند دریاؤں سے بھی گزرا جہاں تک کسی سفید آدمی کا گزر نہیں ہوا تھا۔ میں نے دور دور سے سمور کا شکار کیا۔ میں نے ریڈ انڈینز کے ساتھ بھی خوب گزر بسر کی اور کئی بلائیں بھی دیکھیں لیکن یہ بات خوب جانتا ہوں کہ ایک سہانے سپنے کے بغیر کوئی بھی شخص صفر کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی دلاویز تصور تمہارے سنگ سنگ ہو تو تم کیا کچھ نہیں کر سکتی"۔

للی نے اپنے ہاتھوں میں تھمائی ہوئی رقم کو دیکھا۔ وہ رقم اس کے لئے کس قدر اہم تھی لیکن اس رقم کو کمانے کے لئے کس قدر جدوجہد جوکھم اور مشقت درکار تھی۔ اس نے گلوگیر آواز میں کہا "میں یہ رقم نہیں لے سکتی۔ یہ آپ کی اور ایو کی ہے"۔ لائنس نے کہا "ایسے حسین خواب کا کیا فائدہ جو ایک اور خوبصورت خواب کو حقیقت بننے کا موقع نہ دے سکے۔ تمہیں آئندہ کی زندگی میں مصائب کا سامنا کرنا ہوگا لیکن جب تم پر ایسا وقت پڑے تو تم باہمت لوگوں کی مثال سامنے رکھنا مثلاً ہیو گلاس کی مثال جس کو دشمن سخت زخمی کر کے اور مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے لیکن وہ کس طرح جنگل کے علاقہ میں سینکڑوں میل تک رینگتا اور گھسٹتا چلا گیا تا کہ اپنی جان بچا سکے پھر تم جان کولسٹروں کی مثال سامنے رکھنا جس کے پاؤں گھائل ہو ہو کر گوشت کے ٹکڑوں کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ وہ برہنگی کی حالت کو پہنچ گیا لیکن پھر بھی اپنے قاتلوں کے نرغے سے نکل آیا۔ تم ان جوانمردوں کی داستانوں کا تصور باندھنا اور جی کڑا رکھنا"۔

آخر للی نے وہ رقم لے لی اور اب اسے ان دنوں کا لمحہ لمحہ یاد آ رہا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھیں اشک ریز تھیں لیکن لائنس نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا "اب تم روانہ ہو جاؤ۔ دور..... وہاں دور کچھ عظیم چیزیں تمہارا انتظار کر رہی ہیں"۔ اسے لائنس کی ایک اور بات بھی یاد آئی "ارض وطن کو سورماؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھوٹے لوگ اور چھوٹی سوچیں چھوٹی تمناؤں اور کم ہمت تصورات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ کوئی شخص اسی قدر عظیم ہوتا ہے جتنا کہ اس کی تمنا اور اس کا تصور"۔

کیا کلیو وین اس معیار پر پورا اترتا تھا یا وہ فقط ایک آوارہ گرد اور دولت کا بھوکا انسان تھا.........؟

ریڈ انڈینز کا شدید حملہ

صبح کے وقت بارش پڑنے لگی جس سے گرد و غبار بیٹھ گیا اور فضا میں ایک عجیب خوشبو سی پھیل گئی۔ جونہی سورج کی پہلی کرنیں گھاس پر چمکیں، تمام ویگنیں مغرب کی جانب چل پڑیں۔ کچھ دیر بعد کلیو کے عقب سے چیخ بلند ہوئی اور ایک گھوڑ سوار تیزی سے ادھر کو آیا۔ اس کی آنکھیں خوف کے مارے باہر کو نکلی ہوئی نظر آتی تھیں اور ہاتھ پہاڑی کی طرف اٹھے

بقیہ 69

کھیل کے میدان سے

مکرم طارق محمود ناصر صاحب۔ صدر شمالی۔ ربوہ

کرکٹ

آسٹریلیا نے انگلینڈ کے خلاف ملبورن ٹیسٹ آٹھ وکٹوں سے جیت لیا۔ اسطرح آسٹریلیا نے پانچ میچوں کی سیریز میں دو صفر کی برتری حاصل کرلی۔ ملبورن ٹیسٹ میں گاور اور بون اچھا کھیلے۔ ریڈ نے ۱۳ وکٹ حاصل کرکے مین آف دی میچ کا اعزاز حاصل کیا۔ کرکٹ کے حوالہ سے ایک خبر یہ بھی کہ آسٹریلیا نے کیوی ٹیم کو تین قومی ٹورنامنٹ کے بیسٹ آف تھری کے فائنل میں پہلے دو میچوں میں ہی شکست دے کر ٹورنامنٹ جیت لیا۔ (اس میں تیسرا ملک برطانیہ تھا)

ہاکی

پاکستان ہاکی فیڈریشن نے سال 1991ء کے پروگرام کا اعلان کر دیا ہے۔ اس سال قومی ہاکی ٹیم چھ عالمی مقابلوں میں شرکت کرے گی۔ ٹیم 25 سے 28 اپریل تک بارسلونا میں ہونے والے 6 ملکی ٹورنامنٹ میں شرکت کرے گی۔ 7 سے 12 مئی فرانس میں تین ٹیسٹ کھیلے گی۔ 5 مئی میں برلن ہاکی کی 75 ویں سالگرہ پر 6 ملکی ٹورنامنٹ میں حصہ لے گی۔ ٹیم 11 اگست سے 2 ستمبر تک برطانیہ کا دورہ کرے گی اور 15 ستمبر کو چیمپئنز ٹرافی میں شامل ہوگی۔ اور نومبر میں سلطان ازلان شاہ ٹورنامنٹ میں بھی شریک ہوگی۔

متفرق خبریں

1990ء میں کرکٹ کی عالمی پوزیشن ملکوں کے لحاظ سے کچھ اس طرح رہی۔

1۔ آسٹریلیا 2۔ پاکستان 3۔ ویسٹ انڈیز 4۔ برطانیہ 5۔ نیوزی لینڈ 6۔ بھارت 7۔ سری لنکا

1990ء میں برطانیہ کے گراہم گوچ 84.71 کی اوسط سے بیٹنگ میں سرفہرست رہے۔

ارجنٹائن کی فٹ بال ٹیم میں سے سپر سٹار میراڈونا کا اخراج اور امریکی ٹینس سٹار اندرے اگاسی کو 25 ہزار روپے جرمانے کی سزا دلچسپی سے خالی نہیں۔

184 ہفتوں سے مسلسل عالمی نمبر ایک کا ریکارڈ قائم کرنے والی سٹیفی گراف آسٹریلیا اوپن میں کوارٹر فائنل ہی میں شکست کھا گئی۔

بقیہ از ---- 68

کر ابھرا۔ اس کی نظر بہت تیز تھی اور کچھ عرصہ سے لے گیب فریبنچ نے ایک عمدہ رائفل بھی عاریتاً دے رکھی تھی۔ اس کا گھوڑا بھی تیز رفتار تھا اس لئے وہ قافلے سے خاصا آگے چلتا اور رات بسر کرنے کے لئے اچھی جگہ کا انتخاب کرلیتا۔ آگے آگے چلنے سے اسے شکار بھی ہاتھ آجاتا اور اپنی ویگن کے علاوہ فالتو گوشت دوسرے لوگوں میں بھی بانٹ دیتا۔ (باقی آئندہ)

آپ کی پسند

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکائتیں کیسی

اے شخص تو جان ہے ہماری مر جائیں اگر تجھے نہ چاہیں
سو بار مریں تو تیری خاطر سو بار جئیں تو تجھ کو چاہیں
(طارق۔ ربوہ)

کیا اس سے بڑھ کر راحت ہے جاں نکلے تیرے ہاتھوں میں
تو جان کا لینے والا بن مجھ کو تو کوئی انکار نہیں
(مرسلہ ابن عادل۔ صدر شمالی)

کبھی یوں بھی آ مری آنکھ میں کہ مری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو
تو بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے بھولنے کی دعا کروں تو مری دعا میں اثر نہ ہو
(سید صہیب احمد۔ ربوہ)

آنکھوں کی رنگت سے مزاج شناسی

امریکہ کے دو ماہرین اے ایل گسیری اور جان گلورے نے تحقیق اور مشاہدے کے بعد انکشاف کیا ہے کہ آنکھوں کی رنگت آنکھوں والے کے کردار کے متعلق بہت کچھ بتاسکتی ہے۔ تجزیہ درج ہے ذیل ہے۔

رنگت۔ نیلی آنکھیں خوبیاں۔ مستقل مزاج
رنگت۔ سیاہ آنکھیں خوبیاں۔ گرم مزاج، مشتعل مزاج
رنگت۔ سبزی مائل بھوری آنکھیں خوبیاں۔ مستقل مزاج، چالاک
رنگت۔ ہلکی بھوری آنکھیں شرمیلہ پن، خود پرست
رنگت۔ سیاہی مائل بھوری آنکھیں خوبیاں۔ دلیر، دھن کا پکا
رنگت۔ گہری بھوری آنکھیں چڑچڑا مزاج، سخی پن
(ندیم احمد وحدت کالونی لاہور)

پیارے آقا کی یاد میں

نہ چمن میں کوئی بہار ہے نہ ہی دل کو میرے قرار ہے
تو گیا ہے جب سے دیار سے نہ وقار ہے نہ نکھار ہے

تو بہار بن کے ہے چھا گیا تو ہے دھڑکنوں میں سما گیا
تو ضرور آئے گا لوٹ کے دل ناتواں کی پکار ہے

کریں ذکر کیا شب غم کا ہم شب غم بھی اتنی طویل ہے
تیرے ساتھ تھیں یہاں رونقیں تیرے بعد سُونا دیار ہے

میرے رنگ بو میں سما گیا تو بہار بن کے ہے چھا گیا
تو عزیز ہے مجھے جان سے میری جان تجھ پہ نثار ہے

تیرے بعد ہم پہ گزر گئیں یہ قیامتیں اور یہ وحشتیں
ہوئے جبر بھی رہے صبر سے تیری عاشقی میں قرار ہے

کسے ہم سنائیں یہ داستاں یوں جہاں کے جبرو فتور کی
نہ ہے لفظ میں کوئی حوصلہ نہ قلم میں کوئی پکار ہے

تو ہے ہم نوا تو ہے راہ نما، تو ہے با خبر تو ہے باوفا
تجھے چاہتے ہیں کروڑ ہا تیرا انجمن میں وقار ہے

تو ہے پاسباں تو ہے مہرباں تو صداقتوں کا ہے ترجماں
تیرا حسن ہے حسن جاوداں تیرا حسن وجہ قرار ہے
(شفیق احمد مہرباں۔ طاہر آباد ربوہ)

اخبار مجالس

میرا بھڑکا

90۔ 11۔ 23 تا 90۔ 11۔ 30 تک ہفتہ اعتماد منایا گیا جس میں اجلاس عاملہ وعام کے علاوہ ریفریشر کورس بھی منعقد ہوا۔

مظفر گڑھ

اس ضلع کی تمام مجالس نے ہفتہ اعتماد منایا۔ اسی طرح مظفر گڑھ کے قائدین و ممبران عاملہ کا کل تربیتی ریفریشر کورس مورخہ 90۔ 11۔ 30 کو منعقد ہوا جس میں مرکزی نمائندہ نے شرکت کی۔

سرگودھا

90۔ 11۔ 23 تا 90۔ 11۔ 30 ہفتہ اعتماد منایا گیا ممبران عاملہ اور نگران حلقہ جات نے ضلع کی 38 مجالس کے دورے کئے اور کاموں کا جائزہ لیا نیز ان کے ریفریشر کورس کروائے۔ دوران ہفتہ مکرم صدر صاحب پاکستان کی صدارت میں مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ نیز ایک ریفریشر کورس بھی منعقد ہوا۔ ان میں صدر صاحب نے کام کا جائزہ لیا اور کام کرنے کا طریق سمجھایا۔
ضلع کی طرف سے پانچ مجالس میں ہفتہ وار تربیتی کلاس کا اجراء کروایا گیا۔ ان کلاسوں میں 75 فی صد خدام نے شرکت کی۔

دارالذکر فیصل آباد

مورخہ 30 نومبر 1990ء کو ایک روزہ تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ مرکز کی طرف سے بزرگان سلسلہ نے شرکت فرمائی۔ تربیتی تقاریر کے علاوہ بزم ارشاد کا پروگرام ہوا۔ نیز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی سوال و جواب کی ویڈیو کیسٹ دکھائی گئی۔ خدام کی حاضری 168 اور اطفال کی 48 رہی۔

چک نمبر ۹۶ گ ب صریح

23 تا 30 نومبر ہفتہ اعتماد منایا گیا۔ دوران ہفتہ مجلس عاملہ کا ریفریشر کورس بھی ہوا۔

ماہ نومبر میں تین اجتماعی وقار عمل ہوئے جن میں 45 خدام، 35 اطفال اور 14 انصار نے شرکت کی۔ بیت الحمد اور قبرستان کی صفائی کی گئی اور گندے پانی والی نالی کو درست کیا گیا۔

ماہ نومبر میں ہی دو سائیکل سفر ہوئے۔ ایک میں دو خدام نے حصہ لیا اور دوسرے میں سات خدام نے حصہ لیا جو ربوہ کی طرف بر موقع سالانہ اجتماع خدام ہوا۔

مغلپورہ لاہور

25 نومبر 1990ء کو مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں کل حاضری 17 رہی۔ سات مہمانوں نے شرکت کی۔ یہ پروگرام ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ 28 نومبر کو مجلس عاملہ مغلپورہ اور زعماء حلقہ جات کا ریفریشر کورس ہوا جس کی صدارت قائد صاحب ضلع لاہور نے کی۔

گلشن پارک لاہور

نئی مجلس گلشن پارک کی کامیابی اور بہتر خدمت دین کے لئے 29 نومبر کو اجتماعی نماز تہجد اور روزہ کا اہتمام کیا گیا۔ ان پروگراموں میں خدام کی 87 فی صد شمولیت رہی۔
تحریک جدید کے نئے وعدہ جات تمام خدام سے لے کر نومبر ہی میں مرکز کو بھجوائے گئے۔
تمام خدام کو رسالہ خالد کا خریدار بنایا گیا اور 100 فی صد خریداری کا ہدف پورا کیا گیا۔
ضلعی سطح پر ہونے والے ریفریشر کورس میں مجلس کے 38 عہدیدار شامل ہوئے۔ نیز مجلس کی سطح پر ایک ریفریشر کورس ہوا جس میں ممبران عاملہ قائد صاحب مجلس، زعماء حلقہ جات اور ان کی عاملہ نے شمولیت کی۔
مورخہ 16 نومبر تا 30 نومبر فری کوچنگ کلاس لگائی گئی جس میں 42 طلباء کو پڑھایا گیا۔

رحمٰن پورہ لاہور

خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خصوصاً دوران ماہ 18 بوتل خون بطور عطیہ دیا گیا۔

شاہدرہ ٹاؤن لاہور

7 ستمبر تا 14 ستمبر ہفتہ تربیت منایا گیا۔ 30 خدام مغرب کی کلاس میں شامل ہوتے رہے۔

11 ستمبر 1990ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسہ سالانہ لندن کا اختتامی خطاب ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ سنایا گیا جس میں 174 اصحاب نے شرکت کی۔ ان میں خدام کی حاضری 34 رہی۔

فیکٹری ایریا شاہدرہ

چار اجتماعی وقار عمل ہوئے۔ دو مقابلے کلائی پکڑنا اور دو مقابلے تقریر کے ہوئے۔ جب کہ ایک پروگرام کلوا جمیعا کا ہوا۔

گلشن راوی لاہور

دو دفعہ نفلی روزے کا پروگرام ہوا۔ کل 11 خدام نے روزہ رکھا۔

اسلامیہ پارک لاہور

یکم نومبر کو نئے سال کے آغاز میں نماز تہجد ہوئی۔ بعد ازاں عاملہ تشکیل دی گئی اور مختصر اجلاس عام اور اجلاس عاملہ ہوئے۔

دوران ماہ ایک بوتل خون بطور عطیہ دیا گیا۔

دہلی گیٹ لاہور

23 تا 30 نومبر 1990ء ہفتہ اعتماد منایا گیا۔ قائد صاحب مجلس نے حلقہ کی سطح پر ریفریشر کورس کا اہتمام کیا۔ اسی طرح دارالذکر میں ہونے والے ریفریشر کورس میں قیادت دہلی گیٹ کے ۱۱ اراکین عاملہ نے شرکت کی۔ اجتماع سے واپسی پر کار کے حادثہ میں شہید ہونے والے خدام کی تدفین اور زخمی ہونے والے خدام کو ہسپتال پہنچانے، ان کے لئے دوائیوں اور دوسری ضروریات کا انتظام کرنے میں دہلی گیٹ کے خدام نے بھر پور حصہ لیا۔ (چوبیس دسمبر تک موصول ہونے والی رپورٹس کا خلاصہ)

(مرتبہ: ظہیر احمد خان صاحب تسنیم)

"اب یہودی عرب میں سے عربوں کو نکالنے کی فکر میں ہیں کیا یہ معاملہ عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔ سوال فلسطین کا نہیں سوال مدنیہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے سوال زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں وہ وقت آگیا ہے جب مسلمانوں کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ یا تو وہ ایک آخری جدوجہد میں فنا ہو جائیں گے یا کلی طور پر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔۔۔۔۔
پہلے فرداً فرداً یورپین اقوام مسلمانوں پر حملہ آور ہوا کرتی تھیں مگر اب مجموعی صورت میں ساری طاقتیں مل کر حملہ آور ہوئی ہیں آؤ ہم سب بھی مل کر ان کا مقابلہ کریں کیونکہ اس مقابلہ میں ہم میں کوئی اختلاف نہیں۔۔۔۔ کیا اس موقع پر جبکہ اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ دیا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کے مقامات مقدسہ حقیقی طور پر خطرے میں ہیں وقت نہیں آیا کہ آج پاکستانی، افغانی، ایرانی، ۔۔۔۔۔ یہ سب کے سب اکٹھے ہو جائیں اور عربوں کے ساتھ مل کر اس حملہ کا مقابلہ کریں جو مسلمانوں کی قوت کو توڑنے اور اسلام کو ذلیل کرنے کے لئے دشمن نے کیا ہے"

("الکفر ملۃ واحدۃ" مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بحوالہ الفضل ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے بیٹے عزیزم ظہیر احمد صاحب طاہر مقیم مغربی جرمنی کو مورخہ 26 اکتوبر کو بچی سے نوازا ہے جسکا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملیحہ احمد عطا فرمایا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے میرے دوسرے بیٹے عزیزم نصیر احمد صاحب شاہد کو بھی مورخہ 30 نومبر 1989 کو اپنے فضل سے بچی عطا فرمائی ہے جسکا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سائرہ نصیر عطا فرمایا ہے۔ دونوں بچیاں محترم چوہدری احمد دین صاحب چھٹہ کی پڑ پوتیاں ہیں قارئین کرام دونوں بچیوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور خادمہ دین بنائے۔

نذیر احمد خادم

سابق معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

تقریب شادی

عزیزہ مکرمہ فریدہ منیر صاحبہ بنت مکرم قاضی منیر احمد صاحب پرنٹر ماہنامہ خالد و منیجر ضیاء الاسلام پریس ربوہ، کی شادی بہمراہ عزیز مکرم داؤد احمد صاحب ابن مکرم شیخ عنایت اللہ صاحب ٹنڈو جام حال مقیم ناروے سے بعوض مبلغ ایک لاکھ روپے حق مہر انجام پائی۔ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے مورخہ 14 جنوری 1991ء کو نکاح پڑھایا۔ اسی شام جدید پریس میں تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم حبیب الرحمن صاحب غوری نے کی اور حضرت بانی سلسلہ کے دعائیہ اشعار مکرم رشید احمد صاحب تنویر نے سنائے۔ بعد ازاں مکرم مولانا محمد احمد صاحب جلیل مفتی سلسلہ نے دعا کرائی۔ تقریب دعا میں کثیر تعداد میں احباب جماعت شامل ہوئے۔ عزیزہ مکرمہ فریدہ منیر صاحبہ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کی پوتی ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس رشتہ کے ہر جہت سے کامیاب اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کریں۔ (منیجر خالد و تشحیذ)

درخواست دعا

مکرم برادرم مقبول احمد صاحب (آف مغل پورہ) نمائندہ خالد و تشحیذ ضلع لاہور ماہ نومبر 1990ء سے پسلیوں کے نیچے درد کی وجہ سے بیمار ہیں۔ علاج جاری ہے احباب جماعت سے ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (منیجر خالد و تشحیذ)

چھوٹا قد کورس DWARFISHNESS COURSE

قیمت کورس تین ۳ ماہ سو روپے

چھوٹے قد کا علاج جتنی چھوٹی عمر میں کیا جائے اتنا ہی مؤثر ہے تاہم یہ کورس بفضلہ تعالیٰ لڑکوں میں ۱۹ سال تک اور لڑکیوں میں تقریباً ۱۷ سال کی عمر تک (مختلف افراد میں مختلف حد تک) مؤثر ہے۔ بعض کیسز میں اس عمر کے بعد بھی قد بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔

کورس مندرجہ ذیل سٹاکسٹس سے خرید فرمائیں یا پھر بمع -/۲۰ روپے ڈاک و پیکنگ اخراجات کل مبلغ -/۱۲۰ روپے منی آرڈر کرکے براہ راست ہم سے منگوائیں۔

نوٹ۔ اشتہار رسالہ خالد کے حوالہ سے منگوانے پر ڈاک و پیکنگ کا خرچ بذمہ کمپنی ہوگا۔

سٹاکسٹس۔

کراچی: مشتاق احمد ندیم صاحب ۲۱۴ گرین سنٹر ڈانڈیا بازار بالمقابل سٹی کورٹس صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایسپرس مارکیٹ صدر کراچی۔

لاہور: شیراز میڈیکل سٹور اینڈ ہومیو پیتھک سٹور نکلسن روڈ بوہڑ والا چوک نزد ریلوے سٹیشن لاہور۔

کیور ٹیو سٹورز اچھرہ شاپنگ سنٹر بالمقابل پوسٹ آفس لاہور۔

فیصل آباد: کریم میڈیکل ہال گول امین پور بازار فیصل آباد۔

راولپنڈی: جرمن ہومیو لیبارٹریز بوہڑ بازار راولپنڈی۔

ملتان: ڈاکٹر الطاف حسین صاحب الطاف میڈیکل ہال صدر بازار۔

حیدر آباد: رؤف ٹریڈنگ کمپنی ایڈوانی گٹی حیدر آباد۔

سیالکوٹ: ڈان ڈرگ ھاؤس ریلوے روڈ سیالکوٹ۔

گوجرانوالہ: کیور ٹیو میڈیسن سروسز گلی حاجی عبدالعزیز باغبان پورہ گوجرانوالہ۔

پشاور: مسعود کیور ٹیو سنٹر غوثیہ مارکیٹ کریم پورہ بازار پشاور۔

مردان: ہومیو ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب نزد گولڈن سینما مردان۔

کوئٹہ: ہومیو ڈاکٹر محمد منیر صاحب ہومیو ڈیلرز گلستان روڈ۔

کیور ٹیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ۔ ربوہ

فون: ۷۷۱-۶۰۶-۶۰۷

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ایک مخلص کارکن محترم ملک فضل دین صاحب روہتاسی (دارالعلوم وسطی ربوہ) جو 31 جولائی 1943ء سے 31 اکتوبر 1971 پنشن کے حصول تک اور پھر 31 اکتوبر 1987ء تک بطور ری امپلائے کارکن کے نہایت محنت اور اخلاص سے خدمت سلسلہ بجالاتے رہے مورخہ 24 اکتوبر 1990 کو 5 بجے شام بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ مورخہ 25 اکتوبر کو بعد نماز عصر بیت المبارک میں محترم مولانا دوست محمد شاہد نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد دعا کروائی۔

موصوف نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ احباب کرام سے موصوف کی بلندی درجات کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (مینیجر خالد و تشحیذ)

MONTHLY KHALID RABWAH
Regd. No: L 5830
FEBRUARY 1991
EDITOR - MUBASHIR AHMAD AYAZ